قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

جمعرات 04 نومبر 2021ء | 28 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 04 نبوت 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:262

فرمانِ رسول ﷺ

’’طَلْحَةُ الْفَيَّاض‘‘

غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک چشمے پر سے ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس کنویں کا نام بِیْسَانْ ہے اور یہ نمکین ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں اس کا نام نُعْمَان ہے اور یہ میٹھا اور پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اس کو خرید ا اور وقف کر دیا۔ اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ جب حضرت طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا طلحہ! تم تو بڑے فیاض ہو۔ پس ان کو ’’طلحہ فیاض‘‘ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ موسیٰ بن طلحہ اپنے والد طلحہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن حضرت طلحہ کا نام طَلْحَةُ الْخَيْر رکھا۔ غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَةُ الْفَيَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَةُ الْجُود رکھا۔ اس کا مطلب بھی فیاضی ہے، سخاوت ہے۔

(السیرۃ الحلبیة جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ باب یذکر فیہ صفتہ ﷺ الباطنة۔۔۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء ۳ صفحہ ۸۵ طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

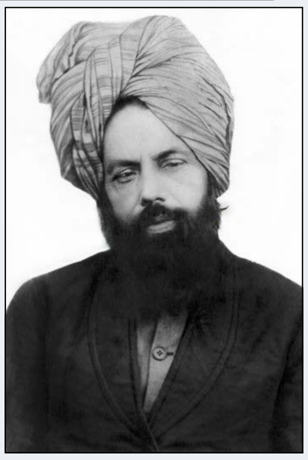

مالی قربانی میں اخلاص

’’مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیرالدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں۔سرگرمی سے ماہواری چندے میں شریک ہیں۔ اُن کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ وہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہو گا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا‘‘۔

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-314)

’’میرے پیارے دوستو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان وعرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو مَیں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموال طیبہ سے اپنے دینی مہمات کے لئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدا تعالیٰ نے اس کو وسعت و طاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے۔ اور میں پھر جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے اُن علوم و برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں‘‘۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۱﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ (الصّف:11تا13)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا مَیں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ تم جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے رستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

جماعت کی انتظامیہ کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام کمزوروں اور نئے آنے والوں کو بھی مالی قربانی کی اہمیت سے آگاہ کرے، ان پہ واضح کرے کہ کیا اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ان کو آگاہی کرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارے میں جو ارشادات ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اگر نہیں کرتے تو پھر میرے نزدیک انتظامیہ بھی ذمہ دار ہے کہ وہ ان لوگوں کو نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول سے محروم کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا اس جہاد سے پھر نفس کے جہاد کی بھی عادت پڑے گی، اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گی، عبادتوں کی بھی عادت پڑے گی۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز عید پڑھائی آپ کھڑے ہوئے اور نماز کا آغاز کیا اور پھر لوگوں سے خطاب کیا۔ جب فارغ ہو گئے تو آپ منبر سے اترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا جس میں عورتیں صدقات ڈالتی جا رہی تھیں۔

(بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید حدیث نمبر 978)

تو یہ تھیں اس زمانے کی عورتوں کی مثالیں۔ اس زمانے میں بھی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی ایسی عورتیں ہیں جو بے دریغ خرچ کرتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے بھی کئی مثالیں دی ہیں۔ خلافت ثالثہ میں بھی کئی مثالیں ہیں۔ خلافت رابعہ میں بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ اب بھی کئی عورتیں ہیں جو قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں، اپنے زیور اتار کر دے دیتی ہیں۔ تو جب تک عورتوں میں مالی قربانی کا احساس برقرار رہے گا اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والی نسلیں بھی جماعت احمدیہ میں پیدا ہوتی رہیں گی۔

(خطبہ جمعہ 6 جنوری 2006)

اس شمارہ میں

- دُعائیہ کلام (منظوم)
- اسلام کا انمٹ اسٹیٹس
- سورۃ النور اور الفرقان کا تعارف
- تعارف صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ

دربارِ خلافت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہنے کی حقیقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

عموماً ہم جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام کو دیکھتے ہیں تو اکثریت کے منہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام کے ذکر پر اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ نکلتا ہے، چاہے اُسے اَلۡحَمۡدُ کے گہرے معنی کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایک ماحول میں اُٹھان کی وجہ سے یہ احساس ضرور ہے کہ چاہے تکلفاً ہی کہا جائے، اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ ضرور کہنا ہے۔ کم علم سے کم علم کو بھی یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس ایک احمدی کے منہ سے ہر ایسے موقع پر جس سے خوشی پہنچ رہی ہو، جس پر جب اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انعام مل رہا ہو، یا کسی بھی طریقے سے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے نواز رہا ہے تو اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ ضرور نکلتا ہے، چاہے وہ کسی کی ذاتی خوشی ہو یا جماعتی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو۔ اور یہ اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ کے الفاظ کی ادائیگی ہر ایسے موقع پر ایک احمدی کے منہ سے ہونی بھی چاہئے۔ لیکن ان الفاظ کی ادائیگی کا اظہار الفاظ کہنے والے کے لئے اور بھی زیادہ برکت کا موجب بن جاتا ہے جب وہ سوچ سمجھ کر، اُس کی روح کو جانتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اس زمانے کے امام اور مسیح موعود کو مانا ہے، مہدی موعود کو مانا ہے اور اس ایمان کی وجہ سے ہمیں اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ یا کسی بھی قرآنی لفظ کے معانی اور روح کو سمجھنے میں دقت نہیں ہے، بشرطیکہ ہماری اس طرف توجہ ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر اس کی روح سے ہمیں روشناس کروایا ہے۔ اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ کی مختلف رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔ اس وقت مَیں ایک مختصر وضاحت حَمۡد کے لفظ کی آپ کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’واضح ہو کہ حمد اُس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی مستحق تعریف کے اچھے فعل پر کی جائے۔ نیز ایسے انعام کنندہ کی مدح کا نام ہے جس نے اپنے ارادہ سے انعام کیا ہو اور اپنی مشیئت کے مطابق احسان کیا ہو۔ اور حقیقتِ حمد کما حقہٗ صرف اُسی ذات کے لئے متحقق ہوتی ہے جو تمام فیوض و انوار کا مبدء ہو اور علی وجہ البصیرت کسی پر احسان کرے نہ کہ غیر شعوری طور پر یا کسی مجبوری سے۔ اور حمد کے یہ معنی صرف خدائے خبیر و بصیر کی ذات میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اور وہی محسن ہے اور اول و آخر میں سب احسان اُسی کی طرف سے ہیں۔ اور سب تعریف اُسی کے لئے ہے، اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی۔ اور ہر حمد جو اُس کے غیروں کے متعلق کی جائے، اُس کا مرجع بھی وہی ہے‘‘۔

(اردو ترجمہ عربی عبارت از اعجاز المسیح۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول۔ سورۃ فاتحہ۔ صفحہ 75-74۔ مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وہ تفصیل ہے جس کا لفظ حَمۡد حامل ہے۔ اور جب ان باتوں کو سامنے رکھ کر اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ کہا جائے تو وہ حقیقی حمد بنتی ہے جو ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی کرنی چاہئے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ حمد بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے استعمال ہوا ہے۔ بہرحال اس وقت مَیں اس اقتباس کے حوالے سے بات کروں گا، اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حمد کی وضاحت کے حوالے سے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ ہیں۔ ایک تو یہ بات کہ ایسی تعریف جو کسی مستحق تعریف کے اچھے فعل پر ہو۔ اور

بقیہ صفحہ 5 پر

دُعائیہ کلام

ٹال دے سر سے سب بلاؤں کو
بھیج رحمت بھری گھٹاؤں کو
آنکھ پُر نم ہے شدّتِ غم سے
دور کر دے تُو ابتلاؤں کو
تُو غفور و رحیم ہے مولا
بخش بندے کی سب خطاؤں کو
گردشِ وقت پر شکنجہ کَس
نرم کر دے مری سزاؤں کو
اب تو اپنی گرفت میں لے لے
اِن دکھاوے کے پارساؤں کو
سر پہ سایہ رہے محبّت کا
کر عطا لمبی عمر ماؤں کو
پُھول مہکے ہیں، رقص میں ہے نسیم
دور گلشن سے رکھ خزاؤں کو
اور تیرے سوا سُنے گا کون
میری اِن دکھ بھری فغاؤں کو
تُو ہی تو آخری سہارا ہے
بخش بشریٰ کی سب خطاؤں کو

بشریٰ سعید عاطف۔ مالٹا

آج کی دعا

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الاَذَانِ بَابُ التَّشَھُّدِ فِی الآخِرَۃِ حدیث:831)

ترجمہ: تمام آدابِ بندگی، تمام عبادات اور تمام بہترین تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔ ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ سید و مولیٰ، خیر البشر، خاتم النبیین پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی نماز میں تشہد کی دعا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک دن فرمایا کہ اللہ خود سلام ہے اس لئے جب تم نماز میں بیٹھو تو یہ پڑھا کرو (مندرجہ بالا دعا)

(صحیح بخاری کِتَابُ الدَّعَوَاتِ بَابُ الدُّعَاءِ فِی الصَّلَاۃِ حدیث:6328)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

اسلام کا انمٹ اسٹیٹس (Status)

Status کی اصطلاح جس کو ہم اردو رسم الخط میں سٹیٹس یا اسٹیٹس لکھتے اور بولتے ہیں۔سوشل میڈیا میں موبائل فونز (Cell Phones) میں چیٹنگ کرنے ویڈیوز اور تصاویر وغیرہ بھیجنے والے پروگرام وٹس ایپ میں لوگ اسٹیٹس لگا کر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں یا ہم کہاں جارہے اور آرہے ہیں۔موبائل فونز میں وٹس ایپ استعمال کرنے والے اس کو بخوبی جانتے ہیں۔موبائل کو استعمال کرنے والاہر 24 گھنٹے کے لئے کسی تصویر یا ویڈیو کو اپنے اسٹیٹس پر fix کرتا ہے۔دوسروں کاStatus دیکھنے کے شوقین حضرات اسے دیکھتے اور بعض صورتوں میں enjoy بھی کرتے ہیں۔دیکھا دیکھی خود بھی اس رو میں بہہ کر اسٹیٹس لگانے اور دیکھنے کے عادی بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے کسی کے اسٹیٹس دیکھنے کا شوق نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے موبائل پر Status کو آویزاں کرتا ہوں،لیکن آج اس آرٹیکل کے لیے جس سوچ کو میں ساتھ لے کر چلا ہوں اس میں قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے پہلے مجھے نہ صرف اپنے فون سے بلکہ گھر میں موجود دیگر دو تین موبائلز سے عزیزوں اور دوستوں کے اسٹیٹس کو دیکھنے کا موقع ملا۔بعض دوستوں اور بہنوں نے بہت عمدگی اور خوبصورتی سے کیلیگرافی میں ڈیزائن کر کے قرآنی آیات، تربیتی و تعلیمی احادیث مع ترجمہ، ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفاء سلسلہ بہت خوبصورت انداز میں اپنے وٹس ایپ پر لگا رکھے تھے۔بعضوں نے تو روزنامہ الفضل آن لائن مکمل طور پر یا اس کے بعض حصے چسپاں کئے ہوئے تھے۔اکثر نے سبق آموز قصے، اقوال زریں، کہانیاں اور اشعار وغیرہ کو اپنے اسٹیٹس کی زینت بنایا تھا۔جنہیں دیکھ اور پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کے علاوہ بعض نے اپنے خوبصورت ذوق کی عکاسی کرتے ہوئے اور مزاج کے مطابق دنیا بھر میں حسن اور خوبصورتی سے بھرے اللہ تعالیٰ کی صفت المصور کی جلوہ گری دکھانے والے دلربا اور دلکش قدرتی مناظر، قسما قسم کے رنگا رنگ پھول لگا رکھے تھے۔جن کو دیکھ کر خدائی کی وسعتیں یاد آتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔

لیکن اس کے برعکس مجھے بعض Status پر لغویات، TikTok پر ہونے والے فضول اور بھونڈے مذاق اور لطائف نظر آئے،ان کو لطائف کہنا کچھ صحیح نہ ہوگا بلکہ سستی اور پست ذہنیت کی تسکین کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔بعض جو بہت تھوڑے تھے،ان کے Status پر ایسی مذہبی عبارات یا کہاوتیں وغیرہ دکھائی دیں جن کو بادی النظر میں دیکھنے سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ اس نے اپنے کسی عزیز یا دوست کو جن سے اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہو،سبق دینے یا سمجھانے کے لیے وہ تحریر یا سلائیڈ آویزاں کر رکھی تھی۔چند ایک کے Status میں ریاکاری اور تکبر بھی جھلکتا تھا۔اپنی جائیدادوں، کاروں اور قیمتی اشیاء کی نمائش کے علاوہ Five Star ہوٹل میں کھانا کھانے کی تصاویر بھی نظر آئیں۔

ہاں ایک دوست نے جناب امجد اسلام امجد (اردو ادب کے قادر الکلام،معروف پاکستانی شاعر اور ادیب) کی ایک نظم ویڈیو کی صورت میں لگا رکھی تھی۔جس کے تمام اشعار ہی قابل التفات اور منفرد و نایاب تھے۔ اس نظم کے آخری شعر کے دوسرے مصرعے نے تو مجھے بلند آواز سے اپنی طرف کھینچا اور دہائی دے کر پکارتے ہوئے کہا کہ جس مضمون کے موضوع اور خیال کی تلاش میں آج تم سرگرداں پھر رہے ہو اس کا متعلقہ مضمون تو میرے اندر پنہاں ہے۔اس خوبصورت نظم سے آپ بھی لطف اندوز ہوں۔

ہر پل دھیان میں بسنے والے لوگ افسانے ہو جاتے ہیں
آنکھیں بوڑھی ہو جاتی ہیں، خواب پرانے ہو جاتے ہیں
ساری بات تعلق والی، جذبوں کی سچائی تک ہے
میل دلوں میں آجائے تو گھر ویرانے ہو جاتے ہیں
منظر،منظر، کھِل اُٹھتی ہے پیراہن کی قوسِ قزح
موسم تیرے ہنس پڑنے سے اور سُہانے ہو جاتے ہیں
جھونپڑیوں میں ہر اِک تلخی، پیدا ہوتے مِل جاتی ہے
اِسی لیے تو وقت سے پہلے، طفل سیانے ہوجاتے ہیں
موسمِ عشق کی آہٹ سے ہی ہر اِک چیز بدل جاتی ہے
راتیں پاگل کردیتی ہیں، دِن دیوانے ہو جاتے ہیں
دُنیا کے اِس شور نے امجد کیا کیا ہم سے چھین لیا ہے
خُود سے بات کیے بھی اب تو، کئی زمانے ہو جاتے ہیں

قارئین کرام! آپ نے اس مصرعے کی گہرائی ملاحظہ فرمائی؟ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ اپنے اندر کے انسان کو ٹھیک کرلے اور صاف ستھرا کرکے چمکا لے تو اللہ تعالیٰ کا مقرب اور متقی بن جاتا ہے۔اسی مضمون کی طرف تو ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 9۔اکتوبر 2021ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر اپنے پُر معارف اختتامی خطاب میں احباب جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ انسان خود سے بات کرنا سیکھ جائے اور خود کو مخاطب کر کے اپنا محاسبہ کرتا رہے تو انسان کی روحانی اور علمی شخصیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ Status درحقیقت انسان کی شخصیت اور اس کی سوچ پر دلالت کرتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ اس کو سیٹ کرنے والا کس خصلت کا انسان ہے۔یہ Status بھی کیا Status ہے؟ جو ہر 24 گھنٹے کے بعد بدلنا پڑتا ہے۔انسان کا Status تو ایسا ہونا چاہئے جو مستقل اور دیرپا ہو۔جو اس کی پہچان بن جائے۔وہ ایسے پکے رنگ پر مشتمل ہو جو دھوبی کی طرح کپڑوں کو پٹخنے کے بعد بھی نہ اترے وہ پکا رنگ اسلام کا رنگ ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا کہہ کر ہمارا Status قرار دیا ہے۔پوری آیت یوں ہے

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٩﴾

(الحج 79)

ترجمہ: اور اللہ کے تعلق میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔اس نے تمہیں چن لیا ہے اور تم پر دین کے معاملات میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔یہی تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب تھا۔اُس (یعنی اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا (اس سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ رسول تم سب پر نگران ہو جائے اور تا کہ تم تمام انسانوں پر نگران ہو جاؤ۔پس نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔وہی تمہارا آقا ہے۔ پس کیا ہی اچھا آقا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

اب اس ساری آیت پر ذرا رُک کر غور کریں۔ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ سے قبل بھی ایک مسلمان کے اسٹیٹس کے کچھ حصے بیان فرمائے۔ مگر بعد والے حصہ میں خصوصی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملت ابراہیم (دین حنیف) کے کام وضع فرمائے اور نہایت خوبصورتی سے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تم پر شہید (نگران) مقرر کیا ہے اور تم کو آنحضور ﷺ کی نمائندگی میں دیگر مسلمانوں اور دیگر اقوام پر نگران بنایا گیا ہے اس لئے تم کو ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے لئے بھی سلامتی کا پیغام بننا ہے اور نہ صرف دوسرے مسلمانوں کے لئے بلکہ دیگر اقوام کے لوگوں کے لئے امن و سلامتی کا پیغامبر بننا ہے دراصل اسی میں دعوت الی اللہ کا گر بھی مخفی ہے۔

یہ وہ اسٹیٹس ہے جو ہر مسلمان کا ہونا چاہئے۔جس میں کوئی ہلکا اور پھیکا رنگ نہیں۔ 24 گھنٹے بعد اس کو تبدیل بھی نہیں کرنا پڑتا۔ہاں ہر 24 گھنٹے بعد اسلامی شریعت کی جو شقیں اور اوامر و نواہی کی تفصیلات ہیں، ان کو اپنی زندگی میں ادل بدل کر دیکھتے رہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسلمان کے نام کے ساتھ پکار کر فرمایا مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا اس سے پہلے بھی یعنی ابراہیم کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا بلکہ اس قرآن میں بھی تمہیں مسلمان کے نام سے موسوم فرمایا۔

پس ثابت ہو گیا کہ یہی ایک مسلمان کا Status ہے اور ہونا بھی چاہئے۔اسلام کی وسیع اور فصیح تعلیمات پر مشتمل اگر کوئی شخص اپنے فون کے اسٹیٹس پر قرآنی آیت، حدیث، ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور وقت کی آواز خلیفۃ المسیح کا ارشاد آویزاں کرتا ہے یا کوئی سبق آموز کہانی اور شاعری لگاتا ہے تو قابل تحسین ہے لیکن اسلام میں ناچ گانے، غیر محرم عورتوں کے لطائف، غیر محرم عورتوں کے متعلق لطائف و کہانیاں اور فخر و مباحات کے لیے show off کرنا مناسب نہیں۔اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حنیف کی تعلیمات کو اپنانے اور ان کے پرچار کی توفیق دیتا رہے۔آمین۔

(ابوسعید)

خطاب حضور انور

جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ برطانیہ 2021ء کے تیسرے روز سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب
(فرمودہ 08؍اگست 2021ء بروز اتوار بمقام حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن ہمپشئر۔ یوکے)

ہم یہ ایمان اور یقین رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم کامل اور مکمل اور ہر زمانے کے مسائل کا حل ہے اور اس پر عمل کیے بغیر نہ ہی دنیا کے مسائل حل ہو سکتے ہیں نہ ہی معاشرے کے مختلف طبقوں کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان دنیاداروں اور ان دنیاوی حکومتوں کو عقل دے اور اپنی اناؤں کی بجائے انسانیت کو بچانے کی فکر کرنے والے ہوں

قرآن کریم، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں اُن حقوق کا بیان جن پر عمل کر کے ہی حقیقت میں مختلف طبقوں کے حقوق قائم ہو سکتے ہیں

دوستوں، مریضوں، یتیموں کے حقوق اور جنگ کرنے والوں کے حقوق نیز معاہدوں کی پاسداری کی بابت اسلام کی بے مثال تعلیمات کا بصیرت افروز بیان

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج مَیں مختلف طبقات کے جو حقوق ہیں جیسا کہ کل میں نے لجنہ میں بھی اظہار کیا تھا ان کے بارے میں اسی تسلسل کو جاری رکھوں گا جو 2019ء کے جلسہ کی آخری تقریر میں مَیں نے کیا تھا۔ اور جو مختلف طبقوں کے اسلام نے قائم فرمائے ہیں اور یہ سب حقوق قرآن کریم، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں پیش کروں گا جن پر عمل کر کے ہی حقیقت میں مختلف طبقوں کے حقوق قائم ہو سکتے ہیں۔

ہم یہ ایمان اور یقین رکھتے ہیں کہ

قرآن کریم کی تعلیم کامل اور مکمل اور ہر زمانے کے مسائل کا حل ہے

اور اس پر عمل کیے بغیر نہ ہی دنیا کے مسائل حل ہو سکتے ہیں نہ ہی معاشرے کے مختلف طبقوں کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں دنیا کے سامنے اس تعلیم کو پیش کرنے کے لیے کسی شرم، جھجک اور احساس کمتری کی ضرورت نہیں۔ ہمیں حقوق کے بارے میں دنیا داروں کے بنائے ہوئے اصول و قواعد کو اپنانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی قسم کا دفاعی انداز اپنانے کی ضرورت ہے بلکہ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں دنیاداروں کو اور حقوق کے نام نہاد علمبرداروں کو اسلامی تعلیم کی روشنی میں اپنے پیچھے چلنے کی دعوت کی ضرورت ہے تا کہ ہر لحاظ سے ہر طبقہ کے حقوق کی حفاظت ہو اور دنیا میں امن اور سلامتی کی فضا حقیقت میں پیدا ہو اور قائم ہو۔ یہ یقینی بات ہے کہ معاشرے کے مختلف طبقات کے حقوق اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس بات پر یقین نہ ہو کہ ہمارا ایک پیدا کرنے والا خدا ہے اور اس کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ’’حق اللہ کیا ہے؟ یہی کہ اس کی عبادت کرنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور ذِکرُ اللہ میں لگے رہنا۔ اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کرنا، اس کے محرمات سے بچتے رہنا۔‘‘

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 319)

اور جب خدا تعالیٰ کا یہ تصور ہو گا تو پھر اس کے احکامات پر بھی عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور اس کے احکامات کی ایک بہت بڑی اکثریت اس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سب طاقتوں کا مالک ہے، ربّ ہے، ہر چیز دینے والا ہے اس کی شکر گزاری ایک انسان پر لازم ہے کہ کس طرح وہ اپنی ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت کے نظارے دکھاتا ہے۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی نیک

سلوک کرے اور تم اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ کے بھی شکر گزار نہیں ہو۔

(سنن الترمذی ابواب البرّ والصّلة بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّكْرِ لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْكَ حدیث ۱۹۵۴)

پس اللہ تعالیٰ نے تو ہر موقع پر ہمیں بتایا کہ تم ایک دوسرے کے حق ادا کرو تبھی میرے حق ادا کرنے والے بنو گے۔

اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے لیے بھی بندوں کی شکر گزاری

کا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو بھی بندوں کے حق کی ادائیگی سے مشروط کر دیا۔ پس یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور یہ ہے اسلام کا خدا جو ایک دوسرے کے حقوق کو اس طرح قائم کرنے کی تلقین فرماتا ہے۔

اب میں بعض حقوق کا ذکر کروں گا۔ پہلے میں جو حقوق بیان کر چکا ہوں اس میں حقوق اللہ کے کچھ ذکر کے ساتھ والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، بچوں اور بچیوں کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، بہن بھائی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، بیواؤں کے حقوق، بوڑھوں کے حقوق، دشمنوں کے حقوق، غلام اور لونڈی کے حقوق، غیر مسلموں کے حقوق کا ذکر تھا۔ اب ان حقوق کی تفصیل ہی ایسی ہے کہ دنیا دار اس کے قریب بھی پہنچ نہیں سکتے اور یہیں پر بس نہیں جیسا کہ میں نے کہا کچھ اور بھی حقوق کی فہرست ہے جس میں سے کچھ کا آج میں ذکر کروں گا جن کے قائم کرنے کی اسلام اپنے ماننے والوں کو تلقین کرتا ہے کہ یہ ادا کرو تب تم حقیقی مومن اور مسلمان کہلا سکتے ہو بلکہ جب ہم تفصیل میں جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام جانوروں تک کے حقوق قائم کرتا ہے اور پھر یہ نہیں کہ حکم دے دیا کہ یہ حقوق قائم کرو۔ اسلام کی تعلیم پر چلنے والوں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔

بہرحال آج بیان کرنے کے لیے مختلف طبقات کے جو حقوق میں نے منتخب کیے ہیں ان میں سے ایک

دوستوں کا حق

ہے۔ دیکھیں کس تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے کہ تمہارے حقیقی دوست وہی ہو سکتے ہیں جن کے دل صاف ہیں۔ اگر دل صاف نہیں تو پھر دوستی کیسی اور جب ایسے لوگوں کو دوست بنا لو جن کے دل صاف ہیں تو پھر ان کا حق بھی ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (آل عمران:119)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے لوگوں کو چھوڑ کر دوسروں کو جگری دوست نہ بناؤ۔ وہ تم سے برائی کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ وہ پسند کرتے ہیں کہ تم مشکل میں پڑو۔ یقیناً بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ ان کے دل چھپاتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ یقیناً ہم تمہارے لیے آیات کو کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوستوں کو بھی قریبی رشتہ داروں کی فہرست میں شامل کر کے بھائی چارے کی ایسی فضا پیدا کی ہے جو قربت کے احساس کو بڑھاے۔ دوستوں کے معیار کیا ہونے چاہئیں؟ جب اس طرح دوستی ہو جائے تو اسے قائم بھی رکھنا ہے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت ابو اُمامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ کی خاطر نفرت کی اور اللہ کی خاطر دیا اور اللہ ہی کی خاطر کچھ دینے سے رکا رہا تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

(سنن ابوداؤد کتاب السنة باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانہ حدیث ۴۶۸۱)

خدا کی خاطر دوستی نبھانا، یہی حقیقی دوستی قائم رکھ سکتا ہے اور رکھتا ہے۔ عارضی دوستی نہیں ہوتی جس میں دراڑیں پڑ جائیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر دوستی ہے وہ دوستی عارضی ہوتی ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو انبیاء اور شہیدوں میں سے نہ ہوں گے لیکن قیامت والے دن اللہ کے پاس ان کے رتبہ کی تعریف انبیاء اور شہداء بھی کر رہے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون لوگ ہوں گے وہ؟ آپؐ نے فرمایا وہ جو اللہ کی خاطر محبت کرنے والے ہوں گے کیونکہ ان کے درمیان نہ کوئی رشتہ داری ہو گی نہ ہی کوئی لین دین کا معاملہ ہو گا۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے پُر ہوں گے اور وہ نور سے بھرے ہوں گے۔ جب قیامت والے دن لوگ خوفزدہ ہوں گے تو اس وقت ان کو نہ تو خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(سنن ابوداؤد ابواب الاجارة باب فی الرھن حدیث ۳۵۲۷)

پس یہ ہے آپس کی محبت اور دوستی پیدا کرنے کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا ہم پہ یہ احسان۔

پھر حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی مسلمان اپنے بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا مانگتا ہے تو فرشتہ اس کے حق میں کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اسی طرح ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار باب فضل الدعاء المسلمین بظھر الغیب حدیث ۶۹۲۷)

یہاں صرف حقیقی بھائی مراد نہیں ہے ان کے لیے تو عموماً انسان دعا مانگتا ہے۔ اس بھائی چارے میں غیر رشتہ دار اور دوست بھی شامل ہیں۔ اسلام نے پیار کی ایسی بنیاد ڈالی ہے کہ جس کی مثال نہیں ہے۔ یہ بھائی چارہ اور دوستی ہی ہے جو ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کی طرف راغب کرتی ہے اور فرشتوں کی دعا لینے کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے۔

پھر حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور

اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ

اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الھجرة حدیث ۶۰۷۶) یہ ہے بھائی چارے کا اور دوستی کا حق ادا کرنا۔

حضرت ابواُسَید مالک بن رَبِیعہ سَاعِدِی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنو سَلَمَہ میں سے ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین کی وفات کے بعد کیا اب بھی ان سے نیکی کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ ان کے لیے دعا اور استغفار کرنا، ان کے عہد کو ان کے بعد پورا کرنا۔ جو بھی انہوں نے عہد کیے تھے ان کو پورا کرنا اور اس رشتہ سے صلہ رحمی کرنا جس سے صلہ رحمی صرف انہی کے واسطے سے کی جا سکتی تھی اور ان کے دوست کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین حدیث ۵۱۴۲)

اب یہاں صرف ہم مذہب دوست مراد نہیں یا انہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ عمومی دوست کا ذکر ہے۔ یہ ہے دوستی کا حق کہ والدین کے دوستوں کا بھی تم نے حق ادا کرنا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے دوستوں کی خاطر مدارات کرے جبکہ والد کا انتقال ہو چکا ہو۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین حدیث 5143) مزید اسے کھولا اور نسلوں تک دوستی کا یہ حق قائم فرما دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کے لیے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جب کہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لیے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ دعا کی قبولیت میں بڑی بڑی امیدیں ہیں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 105-106)

یہ تو افراد جماعت کے لیے فرمایا۔ اسی طرح آگے بھی اپنے دوستوں کے لیے فرمایا کہ ’’ہمارا تعلق دوستوں سے اس قدر ہے کہ جس قدر دوست ہوتے ہیں اور ان کے اہل وعیال ہیں گویا ہمارے ہی ہیں۔ کسی عزیز کے جدا ہونے پر اس قدر دکھ ہوتا ہے کہ جیسے کسی کو اپنے عزیز سے عزیز اولاد کے مرجانے کا ہوتا ہے۔‘‘
(ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 197)

پھر آپؑ

دوستی کے معیار

کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ کیا معیار ہونا چاہیے۔ ایک مثال دے کے بیان فرماتے ہیں کہ چوری بھی ایک بُری صفت ہے لیکن اگر اپنے دوستوں کی چیز بلا اجازت استعمال کر لی جائے تو معیوب نہیں۔ عام دنیاداروں میں دیکھا جاتا ہے بشرطیکہ دوست ہوں دوستی پکی ہے تو بغیر پوچھے بھی استعمال کر لی، چیز نکال لی تو کوئی بری بات نہیں۔ یہ چوری نہیں۔ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ دو شخصوں میں باہمی دوستی کمال درجہ کی تھی اور ایک دوسرے کا محسن تھا۔ اتفاقاً ایک شخص سفر پر گیا۔ دوسرا اس کے بعد اس کے گھر میں آیا اور اس کی کنیز سے دریافت کیا کہ میرا دوست کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ سفر کو گیا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس کے روپیہ والے صندوق کی چابی تیرے پاس ہے؟ کنیز نے کہا کہ ہاں میرے پاس ہے۔ اس کے سیف (Safe) کی چابی میرے پاس ہے یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اس نے کنیز سے وہ صندوق منگوایا وہ سیف منگوا کر جہاں رقم رکھی ہوئی تھی چابی لی اور خود کھول کر کچھ روپیہ اس میں سے لے لیا۔ جب صاحبِ خانہ (گھر والا) واپس آیا تو کنیز نے کہا کہ آپ کا دوست گھر میں آیا تھا۔ یہ سن کر صاحب خانہ کا رنگ زرد ہو گیا اور اس نے پوچھا کہ کیا کہتا تھا؟ کنیز نے کہا کہ اس نے مجھ سے صندوق اور چابی منگوا کر خود آپ کا روپیہ والا صندوق کھولا اور اس میں سے روپیہ نکال کر لے گیا۔ پھر تو وہ صاحب خانہ، جو گھر والا تھا، جو مالک تھا اس کنیز پر اس قدر خوش ہوا کہ بہت ہی پھولا اور صرف اس صلہ میں کہ اس نے اس کے دوست کا کہا مان لیا اس کو ناراض نہیں کیا۔ ناکام واپس نہیں لَوٹایا۔ اس کنیز کو اس نے آزاد کر دیا اور کہا کہ اس نیک کام کے اجر میں جو کہ تجھ سے ہوا میں آج ہی تجھے آزاد کرتا ہوں۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد پنجم صفحہ 268)

پس یہ ایسی دوستی اور اخوت ہے جس کا حق ایک دوسرے کو ادا کرنا چاہیے۔ اس دوستی کے حق کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس خوبصورت انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے۔ مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہئے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہئے۔‘‘
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 8)

اب کوئی مرید تو ایسی بات نہیں کرے گا۔ یہ آپ عام دوستوں کی ہی بات کر رہے ہیں۔ یہ ہے دوستی کے حق کا معیار کہ ایک دفعہ دوست کہہ دیا تو پھر آخر تک اس کا ساتھ نبھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچوں کا کام ہے کہ اپنے والدین کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کریں اور ان کا حق ادا کریں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

پھر اسلام نے روزے کی بھی مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے لیکن

مریض کا حق

بھی قائم فرما دیا۔ اگر مریض ہے تو روزہ کی رخصت ہے جب تک کہ صحت نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ:۱۸۵) گنتی کے چند دن ہیں پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا کسی سفر پر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ پس یہ حق ہے کہ اس کو چھوٹ بھی دے دی۔ یہ نہیں ہے کہ ضرور مریض نے بھی روزہ رکھنا ہے۔ بعض زبردستی اپنے اوپر ٹھونس لیتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اگر تم نے سفر میں یا مریض ہونے کی حالت میں رکھ بھی لیا ہے تو بعد میں بہرحال پورا کرنا پڑے گا۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد نہم صفحہ 430)

پھر مریض کا اسلامی معاشرے میں حق قائم کرنے کے لیے چھوٹی چھوٹی خواہشات کا بھی احترام کرنے کی ہدایت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کیا خواہش ہے؟ اس کی خواہش پوچھی۔ وہ بولا مجھے گندم کی روٹی کی خواہش ہے۔ یہ حال تھا صحابہؓ کا کہ گندم کی روٹی میسر نہیں تھی۔ یہ خواہش تھی کہ گندم کی روٹی تھوڑی سی مل جائے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کے لیے بھجوا دے۔ اب یہ کوئی عام چیز نہیں تھی کہ ہر ایک کے گھر میں موجود ہے۔ فرمایا جس کے پاس ہے وہ اس کی خواہش پوری کر دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا مریض کسی چیز کی خواہش کرے تو اس کو وہ کھلا دیا کرو۔
(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز بَابُ مَا جَاءَ فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ حدیث ۱۴۳۹)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مریض کی عیادت کی تو آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ تُو بہت اچھا ہے۔ تیرا چلنا بہت اچھا ہے اور تُو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا ہے۔
(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ مَنْ عَادَ مَرِيضًا حدیث ۱۴۴۳)

مریض کی عیادت پہ بھی اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے۔

مریض کے لیے دعا

بھی اس کا حق ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ بنت سعدؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت سعدؓ نے کہا میں بیمار ہو گیا۔ اس وقت میں مکہ میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا۔ پھر میرے سینے اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ پھر کہا اے ہمارے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور ان کی ہجرت مکمل فرما۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ بِالشِّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ حدیث 3104) لمبی زندگی کی دعا دی۔

مریض کی عیادت کرنا اور اس کا حق ادا کرنا کتنا بڑا اجر دیتا ہے، اس بارے میں حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے آیا وہ جنت کے پھل کی چنائی کے وقت اس میں چل رہا ہے یہاں تک کہ وہ بیٹھ جائے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اگر صبح کا وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جائے اور اگر شام کا وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ مَنْ عَادَ مَرِيضًا حدیث نمبر: ۱۴۴۲) تو یہ ہے مریض کی عیادت کا اجر۔ پھر

عیادت کا طریق

سکھاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مریض کی مکمل عیادت یہ ہے کہ تم میں سے عیادت کرنے والا اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے جیسا کہ پہلے بھی حدیث میں گزر گیا۔ آپؐ نے جس طرح رکھا یا آپؐ نے فرمایا: اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے۔ پھر اس سے پوچھے وہ کیسا ہے؟ اور تمہارا مکمل ترین تحفہ تمہارا آپس میں مصافحہ کرنا ہے۔
(سنن الترمذی کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللہ باب مَا جَاءَ فِي الْمُصَافَحَةِ حدیث نمبر ۲۷۳۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مریضوں کے کس طرح حق ادا کرتے تھے اس بارے میں ایک روایت ہے۔ ایک قریشی صاحب کئی روز سے بیمار ہو کر دارالامان میں حضرت حکیم الامت کے علاج کے لیے آئے، علاج کروانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے متعدد مرتبہ حضرت حجۃ اللہ کے حضور دعا کے لیے التجا کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم دعا کریں گے۔ کہتے ہیں ایک دن شام کو اس نے بذریعہ حضرت حکیم الامت التماس کی کہ میں حضور مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں کے متورم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتا۔ پاؤں سوجا ہوا ہے۔ چل نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اگلے دن ان کے مکان پر جا کر دیکھنے کا وعدہ فرمایا کہ کل میں آ جاؤں گا۔ چنانچہ وعدے کے ایفا کے لیے آپؑ سیر کو نکلتے ہی خدام کے حلقہ میں اس مکان پر پہنچے جہاں وہ فروکش تھا۔ آپؑ کچھ دیر تک

مریض کے عام حالات دریافت فرماتے رہے اس کے پاس بیٹھے رہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 317-318)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کہتے ہیں کہ عیادت کے لیے بعض اوقات آپؑ نے سفر بھی کیے۔ لدھیانہ میں ایک میر عباس علی صاحب صوفی تھے۔ ابتدا میں حضرت اقدسؑ کے ساتھ ان کو بڑی محبت اور اخلاص تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی بیماری کا خط ملا۔ آپؑ نے باوجودیکہ خود بیمار تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور پھر مصروف بھی تھے مگر حق دوستی اور اخوت کی اس قدر رعایت کی کہ خود ان کی عیادت کے لیے لدھیانہ جانا ضروری سمجھا۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس وعدے کے مطابق 14؍ اکتوبر 1884ء کو لدھیانہ تشریف لے گئے اور میر صاحب کی عیادت کر کے واپس چلے آئے اور خدا تعالیٰ نے میر صاحب کو شفا بھی دے دی۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 183، 184)

پھر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مریضوں اور بیماروں کا کس طرح حق ادا فرمایا کرتے تھے

اس بارہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ لکھتے ہیں کہ بعض اوقات دو دو دل پوچھنے والی، دوائیاں لینے والی گنوار عورتیں زور سے دستک دیتیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتیں کہ ’’مرزا جی! جرا بوا کھولو تاں‘‘ کہ مرزا صاحب ذرا دروازہ تو کھولیں۔حضرتؑ اسی طرح اٹھتے جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے جیسے کسی بڑے حاکم نے حکم دیا ہے کہ دروازہ کھولو فوراً اٹھ کے دروازہ کھولتے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں۔ جو پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ بھی وقت کی قدر نہیں جانتے تو گنوار تو اَور بھی زیادہ وقت ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ کرنا شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اس میں ضائع کر دیا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام وقار اور تحمل سے بیٹھے اس کی باتیں سن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارے سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ۔ دوا پوچھ لی ہے جان چھوڑو میری۔ اب کیا کام ہے۔ ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ سیالکوٹی صاحبؓ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ جاؤ اب کیا کام ہے۔ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہو تم۔خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ جب کچھ دیر ہو جاتی ہے تو خود ہی اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لیے برتن ہاتھوں میں لیے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لیے ایک بڑا اہم مضمون بھی لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں اور جیسے کوئی یورپین اپنی دنیاوی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ عرق دے رہے ہیں۔ مختلف دوائیاں دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا۔ دس پندرہ منٹ نہیں، آدھا گھنٹہ، گھنٹہ نہیں، تین گھنٹے تک یہ بازار لگا رہا، اسی طرح دوائیاں دیتے رہے اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا۔حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنا اور دوائیاں دینا۔ مریضوں کو پوچھنا، ان کا علاج کرنا یہ بھی تو دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آ جاتی ہیں۔ اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہیں ہونا چاہیے۔

(ماخوذ از سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 35-36)

پھر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ لالہ ملاوامل صاحب جب ان کی عمر بائیس سال کی تھی وہ بعارضہ عرق النساء بیمار ہو گئے غالباً گاؤٹ (gout) اس کو کہتے ہیں۔ یا شاید شیاٹیکا (sciatica) کو کہتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ صبح شام ان کی خبر ایک خادم جمال کے ذریعہ منگوایا کرتے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جا کر عیادت کرتے۔ صاف ظاہر ہے کہ لالہ ملاوامل صاحب ایک غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی تھے لیکن چونکہ وہ حضرت اقدسؑ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور اس طرح پر ان کو ایک تعلق مصاحبت کا تھا۔ آپ کو انسانی ہمدردی اور رفاقت کا اتنا خیال تھا۔ یہاں صرف مریض کی بات نہیں آجاتی بلکہ دوستی کا بھی خیال رکھا ہے۔ اب غیر مذہب کا آدمی ہے اس کی دوستی کا بھی خیال ہے اور مریض کی تیمارداری کا بھی خیال ہے۔ رفاقت کا اتنا خیال تھا کہ ان کی بیماری میں خود ان کے مکان پر جا کر عیادت کرتے اور خود علاج بھی کرتے تھے۔ ایک دن لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دوائی نہیں دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات بھر میں انیس مرتبہ لالہ صاحب کو اجابت ہوئی اور آخر میں خون آنے لگ گیا اور ضعف بہت ہو گیا۔علی الصبح معمول کے موافق حضرت کا خادم دریافت حال کے لیے آیا تو انہوں نے اپنی رات کی حقیقت کہی اور کہا کہ وہ خود تشریف لائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ خود تشریف لائیں۔حضرت اقدسؑ فوراً ان کے مکان پر چلے گئے اور لالہ ملاوامل صاحب کی حالت کو دیکھ کے تکلیف ہوئی اور فرمایا کچھ مقدار زیادہ ہی تھی مگر فوراً آپ نے اسپغول کا لعاب نکلوا کر لالہ ملاوامل صاحب کو دیا جس سے وہ سوزش اور خون کا آنا بھی بند ہو گیا اور ان کے درد کو بھی آرام آ گیا۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 170، 171)۔ دوستی کا اور ہمسائیگی کا اور مریض کی عیادت کا یہ حق ہے۔

پھر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ہی لکھتے ہیں کہ ’’لالہ شرمپت رائے...... ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے...... ان کے شکم پر‘‘ (پیٹ پر) ’’ایک پھوڑا ہوا اور اس دنبل نے نہایت خطرناک شکل اختیار کی۔حضرت اقدسؑ کو اطلاع ہوئی۔ آپؑ خود لالہ شرمپت رائے کے مکان پر جو نہایت تنگ و تار تھا تشریف لے گئے ...... لالہ شرمپت رائے صاحب کو آپؑ نے جا کر دیکھا وہ نہایت گھبرائے ہوئے تھے۔ ان کو اپنی موت کا یقین ہو رہا تھا۔ بیقراری سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسا کہ ایک پریشان انسان ہو۔حضرت صاحبؑ نے اس کو بہت تسلی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو مقرر کر دیتا ہوں وہ اچھی طرح علاج کریں گے۔ اس وقت قادیان میں ڈاکٹر صاحب ہی ڈاکٹری کے لحاظ سے اکیلے اور بڑے ڈاکٹر تھے۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت اقدس ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے گئے‘‘ (بھیجا نہیں صرف بلکہ ساتھ لے کر آئے) ’’اور ان کو خصوصیت کے ساتھ لالہ شرمپت رائے کے علاج پر مامور کر دیا اور اس علاج کا کوئی بار لالہ صاحب پر نہیں ڈالا گیا۔‘‘ (کوئی خرچہ بھی ان پہ نہیں ڈالا۔) ’’آپؑ روزانہ بلاناغہ ان کی عیادت کو جاتے اور جب زخم مندمل ہونے لگا اور ان کی وہ نازک حالت عمدہ حالت میں تبدیل ہو گئی تو آپؑ نے وقفہ سے جانا شروع کیا مگر اس کی عیادت کے سلسلہ کو اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 169، 170)

یہ اعلیٰ نمونے ہیں دوستی نبھانے کے بھی اور عیادت کے بھی اور مریض سے ہمدردی کے بھی جو آپؑ نے دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ باتوں کو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق کے بارے میں بیان فرمایا ہے ان میں سے ایک مریض کی عیادت بھی ہے۔حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ باتیں مسلمان کے مسلمان پر حق میں سے ہیں۔ یہ حق ہے۔ سلام کا جواب دینا۔ بلانے پر لبیک کہنا۔ جنازے میں حاضر ہونا۔ مریض کی عیادت کرنا اور چھینک مارنے والے کو جب وہ الحمد للہ کہے، یرحمک اللہ کہنا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز بَابُ مَا جَاءَ فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ حدیث نمبر ۱۴۳۵)

پھر اگلا جو حق ہے جو میں نے آج لیا ہے وہ ہے

یتیموں کا حق۔

یتیموں کے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا حکم فرماتا ہے۔ فرمایا: وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ (الانعام:۱۵۳) کہ اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے۔ یعنی اگر کسی یتیم کی پرورش کرنی پڑے اور یتیم کا مال بھی ہو تو پرورش کے بہانے ناجائز طور پر اس کا مال نہ کھاؤ۔ اگر کوئی توفیق والا انسان ہے تو اپنی طرف سے اس کی پرورش میں خرچ کرتا ہے تو یہ سب سے زیادہ بہتر ہے لیکن اگر نہیں تو جو خرچ کرنا ہے وہ احتیاط سے کرو اور حسب ضرورت اتنا ہی خرچ کرو جتنی ضرورت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۪ وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ

إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:۳۵) اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریق پر جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس یہاں اس بات کی مزید وضاحت کر دی کہ

نہ صرف ناجائز طور پر یتیم کا مال نہیں کھانا بلکہ اس کی حفاظت بھی کرنی ہے

اور جب یتیم عقل و بلوغت کو پہنچے تو اس کو اس کا مال واپس کر دو۔ حفاظت کرنے سے یہ بھی مراد ہے کہ منافع بخش تجارت میں بھی اس کا مال لگایا جا سکتا ہے اور ایک یتیم کی پرورش کا یہی صحیح طریق ہے۔

پھر فرمایا: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:۹) اور وہ کھانے کو اس کی چاہت ہوتے ہوئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ یہ ایک مومن کی شان ہے کہ ضرورت کے باوجود قربانی کر کے حق ادا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (الفجر:18) خبردار درحقیقت تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ یتیم کی عزت نہیں کرتے یعنی کہ اس کا حق ادا نہیں کرتے تو پھر اس کی سزا بھی ملے گی اس لیے ہوشیار ہو۔

پھر فرمایا: فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ:10) پس جہاں تک یتیم کا تعلق ہے اس پر سختی نہ کرو۔ یہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے یتیم کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے جو معاشرے کا کمزور حصہ ہے بلکہ کمزور ترین حصہ ہے جب تک بلوغت کو نہیں پہنچ جاتا اس کی حفاظت کرو۔ اس کے تمام حقوق کی حفاظت کرو اور یہی ایک مومن کے لیے لازمی شرط ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قرآنی ارشادات کی روشنی میں یتیم کی خبر گیری کی تلقین فرمائی ہے اس کا مختلف روایات میں ذکر ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتی تھیں کہ میں مسجد میں تھی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا تم عورتیں صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیور ہی کا۔ اور حضرت زینبؓ حضرت عبداللہؓ پر اور پھر چند یتیموں پر جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اب آپؐ نے جب ارشاد فرمایا اس وقت حضرت زینبؓ خرچ کیا کرتی تھیں۔ یا اس سے پہلے خرچ کیا کرتی تھیں۔ بہرحال انہوں نے حضرت عبداللہ کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کیا میری طرف سے کافی نہیں ہو گا کہ میں اسی صدقے سے تم پر اور ان یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کروں۔ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی پوچھو۔ اس لیے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔ میں نے دروازے پر انصار میں سے ایک عورت پائی۔ اس کی حاجت بھی میری حاجت جیسی تھی، وہ بھی وہی سوال پوچھنا چاہتی تھی۔ اتنے میں حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کیا میری طرف سے یہ کافی ہو گا کہ میں اپنے خاوند اور چند ایسے یتیموں پر جو میری گود میں ہیں صدقہ سے خرچ کروں اور ہم نے کہا ہمارا پتہ نہ بتانا۔ یہ نہ بتانا کہ کس نے پوچھا ہے۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دو عورتیں کون ہیں جو سوال پوچھ رہی ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا کہ زینب۔ آپؐ نے پوچھا زینبوں میں سے کون سی زینب؟ حضرت بلالؓ نے کہا عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں اس کے لیے دو اجر ہیں۔ قرابت کا اجر اور صدقے کا اجر۔ (صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر حدیث 1466) اس طرح جو خرچ کر رہی ہے اس کو یقیناً اجر ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتیم کی پرورش کرنے والا اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دونوں اور راوی مالک جو تھے وہ کہتے ہیں کہ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ فرمایا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب الاحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم حدیث ۷۴۶۹)

دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں میرے ساتھ جنت میں ہوں گی اسی طرح میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں ہوں گے۔ صرف تعلیم ہی نہیں اس کی مثالیں بھی ہمیں ملتی ہیں۔ عون بن ابو جُحَیْفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ لینے والا آیا جس نے ہمارے امراء سے زکوٰۃ لے کر ہمارے غریبوں کو دی اور میں ایک یتیم لڑکا تھا سو انہوں نے مجھے اس مال میں سے ایک اونٹنی دی۔

(سنن الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء ان الصدقۃ توخذ من الاغنیاء فترد علی الفقراء حدیث ۶۴۹)

اس زمانے میں یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ اونٹنی دی جائے اور وہ بھی ایک لڑکے کو جو یتیم لڑکا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے جو کسی یتیم کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شامل کرے تو بلاشک وشبہ اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(سنن الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم وکفالتہ حدیث ۱۹۱۷)

پھر حضرت ابوہریرہؓ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں یقیناً دو کمزوروں کے حق کے بارے میں سختی سے انذار کرتا ہوں ایک یتیم کا اور ایک عورت کا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم حدیث 3678) حق ادا نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جاؤ گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہے اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم حدیث ۳۶۷۹)

کس قدر ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یتیم کا حق ادا نہ کرنے والوں کو بڑا انذار کیا گیا ہے، سختی سے تنبیہ کی گئی ہے۔ پھر

یتیموں کی پرورش

کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیموں میں سے تین کی پرورش کی وہ ایسا ہی ہے جیسے رات بھر وہ قیام کرتا رہا ہو۔ رات بھر وہ نفل پڑھتا رہا ہو اور دن میں روزہ رکھتا رہا ہو اور اپنی تلوار سونتے ہوئے اللہ کے راستے میں صبح نکلا اور شام کو نکلا اور میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح بھائی ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں اور آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا دیا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم حدیث ۳۶۸۰) اتنا بڑا اجر ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ’’ایک جگہ فرمایا يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر:9-10) یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو روٹی کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روٹی کھلانے سے تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں چاہتے اور نہ ہماری کچھ غرض ہے۔ ان تمام خدمات سے صرف خدا کا چہرہ ہمارا مطلب ہے۔‘‘ یعنی صرف ہمیں خدا کی رضا چاہیے۔ ’’اب سوچنا چاہئے کہ ان تمام آیات سے کس قدر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف نے اعلیٰ طبقہ عبادتِ الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور میں آوے ...... خدا تعالیٰ نے تو اس دین کا نام اسلام اس غرض سے رکھا ہے کہ تا انسان خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے کرے۔‘‘ کسی ذاتی غرض سے عبادت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا، اس کی رضا حاصل کرنے کا ایک جوش ہو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے ’’کیونکہ اسلام تمام اغراض کے چھوڑ دینے کے بعد رضا بالقضا کا نام ہے۔ دنیا میں بجز اسلام ایسا کوئی مذہب نہیں جس کے یہ مقاصد ہوں۔‘‘ فرمایا ’’بیشک خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلانے کے لئے مومنوں کو انواع اقسام کی نعمتوں کے وعدے دیئے ہیں مگر مومنوں کو جو اعلیٰ مقام کے خواہشمند ہیں یہی تعلیم دی ہے کہ وہ محبت ذاتی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔‘‘

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 440-441)

اور اس کے لیے یہ یتیموں اور مسکینوں کا حق ادا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک بچہ یتیم رہ گیا تو صحابہ میں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک کہتا تھا کہ میں اس کی پرورش کروں گا۔ دوسرا کہتا تھا اس کی پرورش میں کروں گا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ بچہ سامنے کرو اور وہ جس کو پسند کرے اس کے سپرد کر دو۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 497) پس اس طرح صحابہ یہ فرض ادا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

اسلام

معاہدوں کی پابندی

کی بڑی شدت سے تلقین کرتا ہے کہ معاہدے جو تم کرتے ہو ان کا بھی حق تم نے کس طرح ادا کرنا ہے اور ہر صورت میں انہیں پورا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ بعض دفعہ دشمن نے چالاکی سے کسی مسلمان سے معاہدہ کر لیا تو پھر اس وقت بھی اس وقت کے خلیفہ نے کہا کہ اسے نبھایا جائے۔ چنانچہ ایک واقعہ تاریخ میں آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے

زمانے میں ایک حبشی غلام نے ایک قوم سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ فلاں فلاں رعایتیں تمہیں دی جائیں گی۔ جب اسلامی فوج گئی۔ اس قوم نے کہا ہم سے تو یہ معاہدہ ہے۔ فوج کے اعلیٰ افسر نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے میں لیت ولعل کی اور بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان کی بات جھوٹی نہیں ہونی چاہیے چاہے غلام نے ہی معاہدہ کیا ہے۔ (ماخوذ از بعض ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 405) ایک معاہدہ کرلیا ہے تو اب ہمیں اس کو پورا کرنا چاہیے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ معاہدوں کی پابندی کرنے کے بارے میں فرماتا ہے۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ثُمَّ لَمۡ یَنۡقُصُوۡكُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَمۡ یُظَاهِرُوۡا عَلَیۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَیۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰی مُدَّتِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ۔ (التوبہ:4) سوائے مشرکین میں سے ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے پھر انہوں نے تم سے کوئی عہد شکنی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی اور کی مدد بھی نہیں کی پس تم ان کے ساتھ معاہدہ کو طے کردہ مدت تک پورا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ پس تقویٰ پر چلنے والوں کی ایک شرط معاہدوں کی پابندی ہے اور اس کا حق ادا کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے ایسے آدمی کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو اس نے جنت کی خوشبو نہ سونگھی جبکہ جنت کی خوشبو تو ایسی ہے کہ چالیس برس کی مسافت پر بھی محسوس ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجزیہ والموادعہ بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ حدیث ۳۱۶۶)

اس طرح پھیلی ہوئی ہے جنت کی خوشبو لیکن جس نے معاہدہ توڑ دیا وہ اس سے محروم رہ گیا۔

صحابہ کرامؓ کے چند صاحبزادوں سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے آباء سے سنا جو ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ذمی شخص پر ظلم کرے گا یا اس کے حق میں کسی قسم کی کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر ذمہ داری ڈالے گا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز حاصل کرے گا تو میں قیامت کے دن ایسے شخص سے جھگڑا کروں گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفیء والإمارة باب فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ حدیث ۳۰۵۲)

اس لیے کہ ذمی سے بھی ایک معاہدہ ہے اور مسلمان پر اس کے حقوق کی حفاظت کرنے کا فرض ہے۔

پھر آپؐ نے معاہدات کا کس حد تک پاس فرمایا اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن بَيْلَمَانِی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمیوں میں سے ایک آدمی کے بدلے میں اہل قبلہ یعنی مسلمانوں میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار ہوں جو اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔

(سنن الدّارقطنی کتاب الحدود والدّیات وغیرہ المجلد الثانی الجزء الثالث حدیث ۳۲۳۴ صفحہ ۱۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

یعنی اس مسلمان نے ذمی کو قتل کیا تھا تو اس کی وجہ سے اس کو بھی قتل کیا۔

حضرت عِرْبَاض بن سَارِيَة سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں اترے اور آپؐ کے صحابہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے اور خیبر کا حاکم ایک فتنہ انگیز اور شریر آدمی تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ! کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم ہمارے گدھوں کو ذبح کرو اور ہمارے پھل کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو۔ اس کی بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر منادی کر کہ غور سے سنو۔ یقیناً جنت صرف مومنوں کے لیے حلال ہے اور تم سب نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی چیزوں کو حرام کیا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے؟ غور سے سنو۔ اللہ کی قسم! میں نصیحت کر چکا ہوں اور تمہیں اوامر اور نواہی سے آگاہ کر چکا ہوں۔ بہت سارے اوامر اور نواہی ہیں جن سے متعلق مَیں بتا چکا ہوں۔ وہ اتنی چیزیں ہیں جو قرآن کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمہارے لیے جائز نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی اجازت ہے اور نہ ان کے پھل کھانے کی جب کہ وہ تمہیں جزیہ دیں جو اُن پر واجب ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارۃ والفیٔ باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ حدیث ۳۰۵۰) جب وہ جزیہ دے رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں۔

پھر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عامر کے دو آدمیوں کو

مسلمانوں کے برابر دیت دی کیونکہ ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان تھا۔ (سنن الترمذی ابواب الدیات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب. حدیث ۱۴۰۴) قتل کیا تھا اس لیے دیت دی۔ پس

غیر مسلم سے بھی معاہدے کی پابندی کرنا ضروری ہے

اور یہ اس کا حق ہے۔

صلح حدیبیہ میں ایک مشہور واقعہ ہے جو تاریخ میں آتا ہے اور اسے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بڑی تاکید فرمائی ہوئی ہے کہ معاہدہ کسی سے ہو، کافر سے بھی ہو تو بدعہدی نہیں ہونی چاہیے۔ صلح حدیبیہ میں کفار سے ایک یہ بھی شرط ہوئی تھی کہ اگر تمہاری طرف سے کوئی آدمی ہمارے میں آملے گا تو ہم اسے تمہیں واپس لوٹا دیں گے اور ہمارا آدمی تم سے جا ملے تو تم اسے اپنے پاس رکھ سکو گے۔ اب یہ شرط بڑی کڑی شرط ہے۔ برابری کی شرط بھی نہیں ہے۔ عہد میں شرط لکھی جا چکی تھی اور ابھی دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ایک شخص ابوجندل نامی جسے لوہے کی زنجیروں سے جکڑ کر رکھا جاتا اور جو بہت کچھ دکھ اٹھا چکا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر اپنی حالتِ زار بیان کی اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ یہ لوگ میرے مسلمان ہونے کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف دیتے ہیں۔ صحابہ نے بھی کہا یا رسول اللہؐ! اسے ساتھ لے چلنا چاہیے۔ یہ کفار کے ہاتھوں بہت دکھ اٹھا چکا ہے لیکن اس کے باپ نے آ کر کہا کہ اگر آپؐ اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے تو یہ غداری ہو گی۔ پھر معاہدہ توڑا آپؐ نے!؟ صحابہ نے کہا کہ ابھی عہد نامے پر دستخط نہیں ہوئے۔ اس نے کہا لکھا تو جا چکا ہے۔ دستخط نہیں ہوئے تو کیا ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے واپس کر دو۔ ہم عہد نامہ کی رو سے اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ ٹھیک کہتا ہے اس کا باپ۔ صحابہ اس بات پر بہت تلملائے لیکن آپؐ نے اسے واپس ہی کر دیا اور وہ اسے لے گئے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہ پھر کسی طرح چھوٹ کر آپؐ کے پاس چلا آیا۔ اس کے پیچھے ہی دو آدمی اس کے لینے کے لیے آ گئے۔ انہوں نے آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپؐ نے عہد کیا ہوا ہے کہ ہمارے آدمی کو آپ واپس کر دیں گے۔ آپؐ نے کہا کہ ہاں عہد ہے اسے لے جاؤ۔ جو مسلمان دوڑ کے آیا تھا اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ لوگ مجھے دکھ دیتے ہیں۔ تنگ کرتے ہیں۔ آپؐ مجھے ان کے ساتھ نہ بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں غداری نہ کروں اس لیے تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا اور راستے میں جا کر ایک شخص کو قتل کر کے پھر بھاگ آیا اور آ کر کہا یا رسول اللہؐ! آپ کا جو اُن سے عہد تھا وہ آپؐ نے پورا کر دیا لیکن میرا تو اُن سے کوئی عہد نہیں تھا کہ میں ان کے ساتھ جاؤں۔ اس لیے مَیں پھر آ گیا ہوں۔ دوسرا شخص پھر اس کے لینے کے لیے آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ آپؐ نے پھر اسے واپس بھیج دیا لیکن بہرحال وہ اکیلا آدمی اسے نہ لے جا سکا اس لیے وہ رہ گیا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہی کہا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ مدینہ آنے کی بجائے کسی دوسرے علاقے میں چلا گیا لیکن وہاں نہیں آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہی کہا کہ میں جو عہد کر چکا ہوں اس کے خلاف نہیں کروں گا۔ تو آپؐ نے باوجود کافروں سے عہد کرنے کے اور ایک مسلمان کے سخت مصیبت میں مبتلا ہونے کے اسے پورا کیا۔
(ماخوذ از خطبات محمود جلد 6 صفحہ 275-276 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 ستمبر 1916ء)

(شرح زرقانی جلد ۳ صفحہ ۶۱۲ امر الحدیبیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸ء)

صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک شرط یہ ہوئی تھی کہ عرب کے جو قبائل چاہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں اور جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور دونوں فریق کا فرض ہے کہ نہ صرف آپس میں لڑائی سے بچیں بلکہ جو لوگ دوسرے فریق کے ساتھ مل جائیں ان سے بھی نہ لڑیں۔ مکہ والوں نے اس میں بدعہدی کی اور ایک قبیلہ جو مسلمانوں کا حلیف تھا اس پر انہوں نے حملہ کر دیا۔ ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی اور آپؐ نے اپنے دوست قبیلے کی حمایت پر مکہ پر چڑھائی کا فیصلہ کیا۔ معاہدہ کی رو سے یہ ان کا حق تھا کہ ان کی مدد کی جائے اور بہرحال اب مسلمانوں کا فرض تھا کہ اس کو پورا کریں اور ان کو حق دلوائیں اور مکہ والوں کو جو معاہدہ توڑنے کی سزا ہے وہ بھی دی جائے۔ بہرحال مکہ والوں کو خبر پہنچی۔ ابوسفیان کو انہوں نے بھیجا۔ وہ آیا۔ اس نے مسجد نبوی میں آ کے اعلان کیا کہ میں کیونکہ معاہدے میں شامل نہیں تھا اس لیے نئے سرے سے معاہدہ ہوتا ہے لیکن مسلمانوں نے کہا یہ بچوں والی باتیں نہ کرو۔ جو معاہدہ ہو گیا ہو گیا اور اب تم اس کو توڑ چکے ہو۔ اور وہ سخت شرمندہ ہو کر واپس گیا اور اس کے نتیجہ میں پھر فتح مکہ ہوئی۔
(ماخوذ از تحریک آزادی کشمیر، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 112)

پھر

جنگ کرنے والوں کے حقوق

ہیں۔ عام طور پر جو جنگیں ہوتی ہیں یا آج کل بھی جو جنگیں ہوتی ہیں وہ صرف اپنی برتری ثابت کرنے اور اپنی حدود کو بھی بڑھانے کے لیے لڑی جاتی ہیں اور آج کل تو دوسرے ملکوں کے وسائل پر بھی کسی نہ کسی طریق سے قبضہ کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ یہ حقوق کی بات کرتے ہیں اور حق دوسروں کے غصب کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام میں جو جنگ کی اجازت ہے یا اسلام جو جنگ کی اجازت دیتا ہے تو امن قائم کرنے کے لیے، مذہبی آزادی کے لیے، ظلم کرنے والوں کے خلاف لڑنے کے لیے اور پھر لڑائی کے باوجود اس کے ساتھ ہی ان کے، دشمن کے حقوق بھی قائم کرتا ہے۔ چنانچہ جب پہلا حکم جنگ کی اجازت کا نازل ہوا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے اجازت کی وجہ بتا کر اجازت دی تھی کہ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ۔ (الحج:40) کہ ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے قتال کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیے گئے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ۔ (الحج:41) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع ان میں اور بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور اور کامل غلبہ والا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو کھلی چھوٹ دے دی تو پھر تو کوئی مذہبی عبادت گاہ باقی نہیں رہے گی۔ یہ لوگ حملہ کر کے سب کچھ ختم کر دیں گے۔

پھر انصاف قائم کرنے کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اجازت دی کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔ (المائدہ: 9) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ قائم کرنے والے کے حق کس طرح قائم فرمائے۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔

سلیمان بن بُرَیدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر یا مہم پر کوئی امیر مقرر فرماتے تو خاص اسے

اللہ کا تقویٰ

اختیار کرنے اور اپنے ساتھی مسلمان کے ساتھ بھلائی کی تاکید فرماتے۔ پھر آپ فرماتے کہ اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ جنگ کرو اور خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا اور جب تمہارا اپنے مشرک دشمنوں سے مقابلہ ہو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو۔ پس ان میں سے جو بھی وہ تمہاری طرف سے قبول کریں وہ ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ ان سے اپنے علاقے سے مہاجرین کے علاقے کی طرف منتقل ہونے کا مطالبہ کرو اور انہیں بتاؤ کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے لیے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر بھی وہی فرائض ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں۔ اگر وہ ان سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو انہیں بتاؤ کہ ان کا معاملہ بدوی مسلمانوں کا سا ہو گا۔ ان پر بھی اللہ کا حکم ویسے ہی جاری ہو گا جیسے مومنوں پر نافذ ہے اور انہیں غنیمت اور فے سے کچھ نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو اور اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان سے قبول کرو اور ان سے رک جاؤ اور اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے لڑائی کرو۔ اور اگر تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری مانگیں تو تم انہیں اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری نہ دو بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری دو۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ اگر تم اپنے یا اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری کو پورا نہ کر سکو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری پوری نہ کرو۔ اگر وہ پوری نہ کر سکو گے تو پھر زیادہ گناہگار بنو گے اور تم جب کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ کے حکم پر اترنے کی اجازت مانگیں تو تم انہیں اللہ کے حکم پر نہ نکالو بلکہ اپنے حکم کے تحت نکالو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم ان کے متعلق اللہ کا حکم ادا کر سکتے ہو یا نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الجھاد والسیر باب تأمیر الإمام الامراء علی البعوث، ووصیتہ إیاھم بآداب الغزو وغیرھا حدیث ۴۵۲۲) جتنی نرمی ہو سکتی ہے وہاں کرنے کی ان کو تلقین فرمائی ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ مار کرنے اور مُثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب الذبائح والصید باب مَا یُکْرَہُ مِنَ الْمُثْلَۃِ وَالْمَصْبُورَۃِ وَالْمُجَثَّمَۃِ حدیث نمبر ۵۵۱۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائذؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی دستہ روانہ فرماتے تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ الفت پیدا کرو۔ ان پر اس وقت تک حملہ نہ کرو جب تک ان کو دعوت نہ دے دو۔ اس لیے کہ مجھے تمام اہل زمین کا خواہ وہ گھر میں رہنے والا ہو یا خیمہ میں ان کا مسلمان ہو کر آنا اس بات کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے کہ تم ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لاؤ اور مردوں کو قتل کرو۔

(کنز العمال کتاب الجھاد من قسم الافعال حدیث نمبر ۱۱۳۹۶ الجزء ۴ صفحہ ۳۶۹ موسسة الرسالة بیروت ۱۹۸۵ء)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے نام کے ساتھ نکلو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دین پر نکلو اور کسی ضعیف العمر کو قتل نہ کرو اور نہ کسی بچے کو اور نہ کسی چھوٹے کو اور نہ کسی عورت کو اور تم خیانت نہ کرنا اور اپنے مال غنیمت اکٹھے رکھنا اور اپنے احوال کی اصلاح کرنا اور حسن معاملگی سے پیش آنا کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجھاد باب فی دعاء المشرکین حدیث نمبر ۲۶۱۴)

پھر ایک روایت ہے۔ حضرت اسود بن سریعؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر ایک دستہ روانہ فرمایا۔ انہوں نے مشرکین سے قتال کیا جن کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے ان کی اولاد کے قتل تک جا پہنچا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس چیز نے بچوں کے قتل پر مجبور کیا تھا۔ تمہارا تو یہ حق نہیں تھا بلکہ ان بچوں کا حق تم نے مارا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! وہ تو محض مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جو بہترین لوگ ہیں وہ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جو جان بھی دنیا میں جنم لیتی ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی زبان اپنا مافی الضمیر ادا کرنا شروع کر دے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند الاسود بن سریع جلد ۵ صفحہ ۳۶۵ حدیث ۱۵۶۷۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۸ء)

حضرت رَباح بن رَبیعؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو دیکھا کہ کسی چیز کے ارد گرد جمع ہیں۔ آپؐ نے ایک شخص کو بھیجا کہ جا کر دیکھے کہ یہ مجمع کیسا ہے۔ اس نے جا کر دیکھا اور آ کر بتایا کہ ایک عورت قتل ہوئی ہے اس کے گرد یہ جمع ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کو کیوں مارا ہے؟ یہ تو لڑتی نہ تھی۔ لوگوں نے جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگلے مورچے پر خالد بن ولید ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خالد بن ولید سے کہو کہ نہ کسی عورت کو قتل کیا جائے اور نہ کسی خادم کو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجھاد باب فی قتل النساء حدیث نمبر ۲۶۶۹)

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے فرمایا کہ وہ مکہ کی زیریں جانب سے داخل ہوں اور بالآخر صفا پر آپؐ سے ملیں اور حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ بطن وادی کے راستے مکہ میں داخل ہوں اور آگے جا کر آپؐ کا انتظار کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تاکیدی ہدایت فرمائی کہ جب تک کوئی مزاحمت نہ کرے کسی پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے۔ آپؐ نے یہ تاکیدی ہدایت سب کو عموماً اور حضرت خالدؓ کو خصوصاً ارشاد فرمائی تھی۔ چنانچہ ان ہدایات کے مطابق ہر جانب سے اسلامی فوج مکہ میں داخل ہونے لگی۔ جس سمت سے حضرت خالد بن ولیدؓ مکہ میں داخل ہوئے وہاں ابھی امن اور امان کا اعلان نہیں پہنچا تھا۔ اس لیے وہاں قریش میں سے بعض نے ان کا مقابلہ شروع کر دیا۔ یہاں چونکہ آپؐ کے مقابلہ پر آ کر عکرمہ بن ابی جہل، سفیان بن امیہ اور سہل بن عمرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپؐ پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے مجبوراً آپؐ کو بھی دفاع میں ہتھیار اٹھانے پڑے۔ خندمہ کے مقام پر گو کہ جھڑپ تھی تو مختصر مگر اس میں دشمنوں کے بارہ آدمی مارے گئے۔ ان کا انجام دیکھ کر باقی سب بھاگ گئے اور پھر کسی کو مزاحمت یا مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

اس وقوعہ کی اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کے پہنچنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور اس درخواست کے ساتھ پہنچی کہ ان کو روکا جائے ورنہ وہ سارے مکہ والوں کو قتل کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت خالدؓ کو بلوایا اور فرمایا: کیا میں نے تمہیں لڑائی سے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت خالدؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ نے یقیناً منع فرمایا تھا لیکن ان لوگوں نے ہم پر پہلے حملہ کیا اور تیر برسانے شروع کر دیے۔ ہم نے اس پر بھی صبر کیا اور انہیں بتایا کہ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے اس لیے تم یہ مزاحمت بند کرو۔ انہوں نے ہماری بات اَن سنی کر کے ہم پر مسلسل تیراندازی جاری رکھی۔ پھر ہمیں مجبوراً لڑائی کرنی پڑی اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو مکمل طور پر پسپا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی وضاحت کو قبول فرمایا۔ اس ایک واقعہ کے علاوہ وہاں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ سب کمانڈر اپنی اپنی سمت سے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقررفرمودہ جگہ پر آپؐ سے مل گئے اور طلوع آفتاب سے کچھ دیر بعد ہی مکہ مکرمہ مکمل طور پر آپؐ کو عطا ہو گیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبیؐ الرایۃیوم الفتح حدیث ۰۸۲۴)

(السیرۃ النبویہ لابنِ ھشام صفحہ ۷۴۱-۷۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(شرح العلامۃ الزرقانی جزء ۳ صفحہ ۴۱۷باب غزوۃ الفتح الاعظم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جزء ۳ صفحہ۱۲۱باب ذکر مغازیہ فتح مکۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۲۰۰۲ء)

آج جو اعتراض کرنے والے ہیں وہ اسلام پہ اعتراض تو کرتے ہیں لیکن بغیر کسی امتیاز کے ہسپتالوں اورسکولوں پر حملہ کر دیتے ہیں۔ ایئر ریڈز (air-raids) کر دیتے ہیں۔ عمارتوں کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ گھروں میں بچوں اور عورتوں کو، بیماروں کو مار دیتے ہیں۔ یہ لوگ کسی کا حق تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔ پھر اسلام پر الزام کہ حق مارتا ہے۔ کون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفائے راشدین کے علاوہ جنہوں نے اس حد تک حقوق کا خیال رکھا ہو۔ اسلام نے

جنگ کی صورت میں بھی دشمنوں کے بعض حقوق

کو کس طرح قائم فرمایا ہے اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ کسی صورت میں مسلمانوں کو مثلہ کرنے کی اجازت نہیں۔ یعنی مسلمانوں کو مقتولین جنگ کی ہتک کرنے یا ان کے اعضاء کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرے: یہ کہ مسلمانوں کو کبھی جنگ میں دھوکا بازی نہیں کرنی چاہیے۔ تین: یہ کہ کسی بچے کو نہیں مارنا چاہیے اور نہ کسی عورت کو۔ چار: یہ کہ پادریوں پنڈتوں اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ پانچ: یہ کہ بڈھے کو نہیں مارنا چاہیے، بچے کو نہیں مارنا، عورت کو نہیں مارنا اور ہمیشہ صلح اور احسان کو مدّنظر رکھنا ہے۔ چھ: جب لڑائی کے لیے مسلمان جائیں تو اپنے دشمنوں کے ملک میں ڈر اور خوف پیدا نہ کریں اور عوام الناس پر سختی نہ کریں۔ بلاوجہ عوام کو نہ ڈرائیں جس طرح یہ ایئر ریڈز (air-raids) کر کے ڈرا دیتے ہیں۔ نمبر سات: جب لڑائی کے لیے نکلیں تو ایسی جگہوں پر پڑاؤ نہ ڈالیں کہ لوگوں کے لیے تکلیف کا موجب ہو اور کوچ کے وقت ایسی طرز پر نہ چلیں کہ لوگوں کے لیے رستہ چلنا مشکل ہو جائے۔ راستوں میں پڑاؤ نہ ڈالیں۔ خوفزدہ کرنے کے لیے پڑاؤ نہ ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا سختی سے حکم دیا تھا۔ پھر فرمایا: جو شخص ان احکام کے خلاف کرے گا اس کی لڑائی پھر اس کے نفس کے لیے ہو گی خدا کے لیے نہیں ہو گی۔ آٹھ: یہ کہ لڑائی میں دشمن کے منہ پر زخم نہ لگائیں۔ نو: یہ کہ لڑائی کے وقت کوشش کرنی چاہیے کہ دشمن کو کم سے کم نقصان ہو۔ دس: جو قیدی پکڑے جائیں ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہوں ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔ گیارہ: قیدیوں کے آرام کا اپنے آرام سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ بارہ: غیر ملکی سفیروں کا ادب اور احترام کیا جائے۔ وہ غلطی بھی کریں تو ان سے چشم پوشی کی جائے۔ تیرہ: اگر کوئی شخص جنگی قیدی کے ساتھ سختی کر بیٹھے تو اس قیدی کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا جائے۔ اگر غلط طریقہ سے سختی ہو گئی تو پھر اس قیدی کو آزاد کر دے۔ چودہ: جس شخص کے پاس کوئی جنگی قیدی رکھا جائے وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنے اور اسی پر صحابہ نے عمل کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہی احکام کی روشنی میں مزید یہ حکم بھی جاری فرمایا کہ عمارتوں کو مت گراؤ اور پھل دار درختوں کو مت کاٹو۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 301-302)

عباد الرحمٰن کی تفسیر کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ’’عباد الرحمٰن کی ایک اور علامت یہ بتائی ہے کہ وہ کسی کو ناجائز طور پر قتل نہیں کرتے۔ یہ علامت بھی اپنی پوری شان کے ساتھ ہمیں صحابہؓ کے مقدس وجود میں جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ وہ اس حکم پر اتنی سختی سے عمل کرتے تھے کہ باوجود اس کے کہ وہ ایسی اقوام سے برسرِ پیکار رہتے تھے جو بزورِ شمشیر ان سے اپنا مذہب بدلوانا چاہتی تھیں پھر بھی ان کی تلوار صرف ان افراد پر اٹھتی تھی جو عملاً جنگ میں شامل ہوں۔ کسی عورت، کسی بچے، کسی بوڑھے، کسی راہب اور کسی پنڈت یا پادری پر نہیں اٹھتی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسلام صرف لڑنے والے افراد سے جنگ کرنا جائز قرار دیتا ہے۔ دوسرے افراد کو قتل کرنا خواہ وہ دشمن قوم سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں جائز قرار نہیں دیتا۔ آج دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں جو اپنے آپ کو عدل و انصاف کا علمبردار قرار دیتی ہیں اور جن کا وجود امن عالم کے قیام کی ضمانت سمجھا جاتا ہے ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ دشمن اقوام کو ہمیشہ ایٹمی ہتھیاروں سے ہلاک کرنے کی دھمکی دیتی رہتی ہیں بلکہ عملاً گذشتہ جنگ عظیم میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں بے گناہ جاپانی مردوں اور عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا‘‘ اور اب بھی مختلف شہروں میں جو حملے ہوتے ہیں جنگیں ہو رہی ہیں۔ عراق میں کیا ہوا، فلسطین میں کیا ہوا، شام میں کیا ہوا، یمن میں کیا ہو رہا ہے سب کچھ یہی ہو رہا ہے ’’اور اسے امن عالم کے قیام کے لیے ایک بڑا بھاری کارنامہ قرار دے کر اسے سراہا گیا‘‘ آہاہا ہم نے کارنامہ سرانجام دے دیا ’’لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کہیں ایسا ظلم دکھائی نہیں دیتا کہ برسرِ پیکار ہونے کی حالت میں بھی انہوں نے بے گناہ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا ہو مگر یہ لاکھوں افراد کے ناجائز خون سے اپنے ہاتھ رنگنے والے تو عدل و انصاف کے مجسمے کہلاتے ہیں اور وہ مسلمان جنہوں نے اپنے پاؤں تلے کبھی ایک چیونٹی کو بھی نہیں مسلا تھا انہیں یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرا قرار دیتے ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 575-576)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اول آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔‘‘

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 37)

پس یہ چند حقوق میں نے مزید بیان کیے ہیں اور یہی حقوق ہیں جن کو قائم کر کے ہم معاشرے میں اور دنیا میں امن کی فضا قائم کر سکتے ہیں، امن قائم کر سکتے ہیں ورنہ دنیا میں امن کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ خاص طور پر جنگ کرنے والوں کے حقوق کا جو میں نے ذکر کیا ہے اس طرح اگر حکومتیں اپنے فرائض کو نہیں سمجھیں گی اور دوسروں کے حقوق ادا نہیں کریں گی تو پھر عالمگیر جنگ کے لیے بھی تیار رہیں جس کی تباہی پھر ہر تصور سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دنیاداروں اور ان دنیاوی حکومتوں کو عقل دے اور اپنی اناؤں کی بجائے انسانیت کو بچانے کی فکر کرنے والے ہوں۔ پس اس لحاظ سے آج ہر احمدی کا کام ہے کہ دعا کرے کہ دنیا تباہی اور بربادی سے بچ جائے اور واحد اور لاشریک خدا کو مان لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سمجھنے والی اور عمل کرنے والی بن جائے اور یہی ان کی بقا ہے اور یہی ان کی بقا کی ضمانت ہے۔ یہی ان کی نسلوں کی بقا کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔

سب دنیا کے احمدیوں کو اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے حفاظت میں رکھے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شر سے ہر احمدی کو ہر مظلوم کو بچا کے رکھے۔ اب دعا کر لیں۔

(دعا)

(دعا کے بعد قصائد پڑھے گئے اور پھر حضورِ انور نے فرمایا:)

حاضری ان کی یہاں تین دنوں میں مختلف وقتوں میں کُل 8,877 کی حاضری رہی۔ 6,709 مرد اور 2,168 عورتیں۔ اسی طرح یہاں یوکے میں جماعتی انتظام تھا جو ان کے پاس رپورٹ آئی ہے اس کے تحت مختلف جماعتوں میں، تین ہزار سے اوپر لوگ مساجد میں بھی بیٹھ کر اجتماعی طور پر سنتے رہے ہیں۔ اور یہ جو دنیا میں ہم ایک نیا نظارہ دیکھ رہے ہیں کبابیر سے بھی اور کینیڈا سے بھی اور قادیان سے منارۃ المسیح نظر آ رہا تھا، مسجد اقصیٰ میں بیٹھے لوگ سُن رہے تھے یہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے۔ وہاں قادیان میں رات کے تقریباً بارہ بجنے والے ہیں لیکن لوگ پھر بھی بیٹھے ہیں۔ اسی طرح باقی ملکوں میں late night ہو چکی ہے لیکن بیٹھے جلسہ سُن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے اور ان کو جلسے کی برکات سے وافر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆...☆...☆

قمر احمد ظفر۔ جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ مؤرخہ 17؍ستمبر 2021ء

بصورت سوال و جواب

سوال: جنگِ یرموک کی تاریخ کی بابت روایات میں کیا اختلاف پایا جاتا ہے؟

جواب: یہ جنگ 15؍ہجری کو لڑی گئی، بعض کے نزدیک یہ 13؍ہجری میں فتح دمشق سے پہلے لڑی گئی تھی۔

سوال: ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کو سب سے پہلے کس جنگ میں فتح کی خوشخبری پہنچی نیز اُس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کو کتنے دن گزر چکے تھے؟

جواب: جنگِ یرموک / بیس دن

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض کے نزدیک فتح دمشق کی خوشخبری سب سے پہلے ملنے کے تناظر میں کیا تصریح فرمائی؟

جواب: لیکن بہرحال دمشق کی فتح کی خوشخبری والی بات زیادہ صحیح لگتی ہے جو پہلے ہوئی، شواہد تو یہی بتاتے ہیں کہ جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی لڑی گئی تھی۔

سوال: رومی شکست کھا کھا کر دمشق اور حِمص وغیرہ سے نکلنے کے بعد شام کے کس سرحدی شہر پہنچے نیز ہِرقل سے کیا فریاد کی؟

جواب: اَنطاکیہ / عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے

سوال: ہِرقل نے رومیوں میں سے کن کو دربار میں طلب کیا نیز اُس کے استفسار پر کہ عرب تم سے زور میں، جمعیّت میں، ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم اِن سے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے، اُنہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب: چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو / اِس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

سوال: ہِرقل کے سامنے ایک تجربہ کار بڈھے نے عرب اور رومیوں کے اخلاق کا تقابلی جائزہ کس انداز میں پیش کیا نیز اِس کا اثر کیا بیان کیا؟

جواب: عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، اقرار کی پابندی نہیں کرتے، اوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ / اُن کے کام میں تو جوش ہے اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمّت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

سوال: قیصر کے روم، قسطنطنیہ، دینیّہ، جزیرۂ آرمینیاء ہر جگہ فوج بھیجنے کے حوالہ سے احکام کی روشنی میں اَنطاکیہ میں فوجوں کا کیا سماں تھا؟

جواب: اُن احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا، اَنطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دَل پھیلا ہوا تھا، بے شمار فوج تھی۔

سوال: مقاماتِ مفتوحہ کے اُمراء اور رئیس، حضرت ابو عُبیدہؓ بن الجراّح کے عدل و انصاف کے کس قدر گرویدہ ہو گئے تھے؟

جواب: اِس قدر کہ باوجود مخالفتِ مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیئے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔

سوال: حضرت ابوعُبیدہؓ نے تمام واقعات کی اطلاع ملنے پر افسروں کو جمع کیا اور ایک پُر اثر تقریر کی، اُس کی روشنی میں صلاح طلب کرنے پر کنہوں نے اپنی رائے دی نیز آخر رائے کیا ٹھہری؟

جواب: حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ اور حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ / حِمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں وہاں خالدؓ موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے۔

سوال: حضرت ابوعُبیدہؓ کی اِس تدبیر پر کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں، تمہارے بیوی بچے محفوظ ہو جائیں گے، اِس پر حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ نے اُٹھ کر کیا کہا؟

جواب: اے امیر! تجھ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں، ہم نے اِن عیسائیوں کو اِس شرط پر امن دیا ہے کہ وہ شہر میں اطمنان سے رہیں، اِس لیئے نقضِ عہد کیونکر ہو سکتا ہے؟

سوال: حِمص چھوڑ کر دمشق روانگی کا ارادہ مصمم ہونے پر حضرت ابوعُبیدہؓ نے حبیب بن مسلمہ / افسر خزانہ کو بلا کر کیا کہا؟

جواب: عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے، جو بھی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اِس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم اُن کی حفاظت کا ذمّہ نہیں اٹھا سکتے۔۔۔اِس لیئے جو کچھ اُن سے وصول ہوا ہے سب اُن کو واپس دے دو اور اُن سے کہہ دو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلّق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اِس وقت تمہاری حفاظت کی ہم ذمّہ دار نہیں ہو سکتے اِس لیئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے، تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔

سوال: عیسائیوں اور یہودیوں پر جزیہ کی مَد میں وصول کردہ کئی لاکھ کی کُل رقم کی واپسی سے کس قسم کے اثرات مرتّب ہوئے؟

جواب: عیسائیوں پر اِس واقعہ کا اِس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے۔ یہودیوں پر اِس سے بھی زیادہ اثر ہوا، اُنہوں نے کہا کہ تورات کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حِمص پر قبضہ نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔

سوال: حضرت ابوعُبیدہؓ دمشق روانہ ہوئے اور حضرت عمر فاروقؓ کو تمام حالات پر اطلاع دی تو آپؓ کس بات کو سُن کر نہایت رنجیدہ ہوئے نیز کس تناظر میں ارشاد فرمایا کہ خدا نے کسی مصلحت سے تمام مسلمانوں کو اِس رائے پر متفق کیا ہوگا؟

جواب: مسلمان رومیوں کے ڈر سے حِمص سے چلے آئے ہیں / لیکن جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ کُل فوج اور افسرانِ فوج نے یہی فیصلہ کیا تو فی الجملہ تسلّی ہوئی۔

سوال: یہ کن کے قاصد کے خط کا نفسِ مضمون تھا کہ اُردن کے اضلاع میں عام بغاوت پھیل گئی ہے، رومیوں کی آمد آمد نے سخت تہلکہ ڈال دیا ہے اور حِمص کو چھوڑ کر چلا آنا سخت بے رعبی کا سبب ہوا ہے، اِس کے جواب میں حضرت ابوعُبیدہؓ نے کیا لکھا؟

جواب: حضرت عَمروؓ بن العاص / حِمص کو ہم نے ڈر کر نہیں چھوڑا بلکہ مقصود یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے نکل آئے اور اسلامی فوجیں جو جابجا پھیلی ہوئی ہیں یکجا ہو جائیں۔۔۔تم اپنی جگہ سے نہ ٹلو میں وہیں آ کر تم سے ملتا ہوں۔

سوال: حضرت ابوعُبیدہؓ نے اُردن کی حدود پر کس مقام پر پہنچ کر قیام کیا، جہاں حضرت عَمروؓ بن العاص بھی آ کر ملے نیز یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لیئے کس لحاظ سے مناسب تھا؟

جواب: یرموک / عرب کی سرحد بہ نسبت اور تمام مقامات سے یہاں سے قریب تھی اور پُشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا جس سے یہ موقع حاصل تھا کہ ضرورت پر جہاں تک چاہیں پیچھے ہٹتے جائیں۔

سوال: حضرت ابوعُبیدہؓ کے خط کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے کن نہایت پُر تاثیر الفاظ میں خط لکھا قاصد کو ایک، ایک صف میں جا کر اِسے سنانے اور زبانی کہنے کی تاکید فرمائی؟

جواب: عمرؓ تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتے ہیں اے اہلِ اسلام! بے جگری سے لڑو اور اپنے دشمنوں پر شیروں کی طرح جھپٹو اور تلواروں سے اُن کی کھوپڑیوں کو کاٹ ڈالو اور چاہیئے کہ وہ لوگ تمہارے نزدیک

چیونٹیوں سے بھی حقیر ہوں، اُن کی کثرت تم لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے۔

سوال: اسلامی فوج میں شامل کونسے تین بہادر تمام عرب میں منتخب ہونے کی وجہ سے ’’فارس العرب‘‘ کہلاتے تھے؟

جواب: قیس بن ہُبیرہ، میسرہ بن مسروق اور عمرو بن الطفیل سوال: کس کی رائے تھی کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑ چکا ہے بہتر یہ ہے مال و زر کی طمع دلا کر اِن کو یہاں سے ٹالا جائے، بجائے جنگ کرنے کے؟

جواب: اپنی شکست کو دیکھ کر رومیوں کے سپہ سالار باہان کی۔

سوال: رومیوں کی جانب سے حضرت ابوعُبیدہؓ کے پاس پیغام لانے والا قاصد جارج (جرجا) کس وقت پہنچا نیز کس چیز کو نہایت حیرت اور اِستعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا؟

جواب: شام ہو چکی تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویّت اور سکون اور وقار اور ادب وخضوع سے اُنہوں نے نماز ادا کی۔

سوال: قاصد کے ایک سوال کہ تم عیسیٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو کے جواب میں حضرت ابوعُبیدہؓ نے قرآنِ کریم کی جو آیات پڑھیں، مترجم کے اِن کا ترجمہ کرنے پر وہ بے اختیار کیا پکار اُٹھا؟

جواب: مَیں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰؑ کے یہی اوصاف ہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچّا ہے، یہ کہہ کر اُس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

سوال: حضرت خالدؓ بن ولید جب رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے تو اُن کے سردار باہان کی جانب سے کیا پیشکش کی گئی؟

جواب: اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار، ہزار دینار اور عام سپاہیوں کو سَو، سَو دینار دلا دیے جائیں گے۔

سوال: رومی فوج کے جوش اور سروسامان کو دیکھ کر حضرت خالدؓ بن ولید نے عرب کے عام قاعدہ لڑائی کے برخلاف نئے طور پر کس طرز سے اِن کے خلاف فوج آرائی کی؟

جواب: فوج جو تیس، پینتیس ہزار تھی اُس کے چھتیس حصّے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب کے ساتھ اِسی قدر صفیں قائم کیں، قلب ابوعُبیدہؓ کو دیا، میمنہ پر عَمروؓ بن العاص اور شرحبیلؓ مامور ہوئے، میسرہ یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کی کمان میں تھا، اِن کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعیّن کیے، چُن کر اُن لوگوں کو کیا جو بہادری اور فنونِ جنگ میں شہرتِ عام رکھتے تھے۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایسے خطباء میں سے کن دو کا کلام بیان فرمایا جو اِس خدمت پر مامور تھے کہ پُر جوش تقریروں سے فوج کو جوش دلائیں؟

جواب: حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت عَمروؓ بن العاص

سوال: مسلمان فوج تعداد میں کم ہونے کے باوجود کن عرب منتخب آدمیوں پر مشتمل تھی؟

جواب: اُن میں سے خاص وہ بزرگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک دیکھا تھا، ایک ہزار تھے، سَو بزرگ وہ تھے جو جنگِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے، عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف ازد کے قبیلہ کے لوگ تھے، حِمیر کی ایک بڑی جماعت تھی، ہمدان، خولان، لخم اور جُذام وغیرہ کے مشہور بہادر تھے۔

سوال: معرکہ یرموک کی ایک خصوصیّت یہ تھی کہ عورتیں بھی اِس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں، اِس تناظر میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کن بہادر خواتین کا ذکر کیا؟

جواب: حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہندؓ اور بیٹی جویریہؓ نیز خولہؓ

سوال: حضرت مِقدادؓ اسلامی فوج کے آگے آگے کس سُورۃ کی تلاوت کرتے جاتے تھے؟

جواب: سورۃ الانفال، جس میں جہاد کی ترغیب ہے۔

سوال: رومی فوج کا ساز و سامان دیکھ کر ایک شخص کی زبان سے بے اختیار نکلا اللہ اکبر! کس قدر بے انتہا فوج ہے، اِس پر حضرت خالدؓ بن ولید نے کس پُر جوش ردّعمل کا اظہار کیا؟

جواب: چُپ رہ، خدا کی قسم! میرے گھوڑے کے سُم اچھے ہوتے تو مَیں کہہ دیتا کہ عیسائی اتنی ہی فوج اور بڑھا لیں۔

سوال: مَرنے پر کون بیعت کرتا ہے، حضرت عکرمہؓ کی اِس پکار پر اسلامی فوج کے کتنے لوگوں نے بیعت کی نیز کس طرح ثابت قدمی دکھائی؟

جواب: چار سَو، جن میں ضرارؓ بن اَزوَر بھی تھے، اِس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریبًا سب کے سب وہیں کَٹ کر رہ گئے، عکرمہؓ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی۔

سوال: میمنہ میں جب بازارِ قتال گرم تھا تو اُس وقت کنہوں نے آنکھوں پر رومال ڈال لیے کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں؟

جواب: رومی سپہ سالار دُرنجار اور رُومی افسروں

سوال: کس مقام پر اسلامی فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے کون دادِ شجاعت دے رہے تھے؟

جواب: میسرہ، قُباثؓ بن اَشیَم، سعیدؓ بن زید، یزیدؓ بن ابی سفیانؓ، عَمروؓ بن العاص اور شرحبیلؓ بن حسنہ

سوال: نیزہ ٹوٹ کر گرتا تو میسرہ کے مقام پر برسرِ پیکار کون کہتے کہ کوئی ہے! جو اِس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدانِ جنگ سے ہٹے گا تو مر کر ہٹے گا؟

جواب: حضرت قُباثؓ بن اَشیَم

سوال: کن کا یہ حال تھا کہ رومیوں کا چاروں طرف سے نرغہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح کھڑے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ ۟

(التوبۃ:111)

اور نعرہ مارتے تھے کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں؟

جواب: حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جنگِ یرموک کے تناظر میں کس واقعہ کی بابت ارشاد فرمایا؟

’’اِس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔‘‘

جواب: جس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، حبّاس بن قیس جو ایک بہادر سپاہی تھے بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے، اِسی اثناء میں کسی نے اِن کے پاؤں پر تلوار ماری اور ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا حبّاس کو خبر تک نہ ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ میرے پاؤں کا کیا ہوا؟۔۔۔ اِن کے قبیلہ کے لوگ اِس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

سوال: جنگِ یرموک میں رومیوں کے کس قدر آدمی مارے گئے نیز مسلمانوں کا جانی نقصان کتنا ہوا؟

جواب: اِن کی تعداد میں اختلاف ہے، طبری اور اَزدی نے لاکھ سے زیادہ بیان کیا ہے، بلاذری نے ستّر ہزار لکھا ہے، تین ہزار، جن میں عکرمہؓ، ضرارؓ بن ازوَر، ہشامؓ بن العاصی، اَبانؓ بن سعید وغیرہ تھے۔

سوال: قیصر کو انطاکیہ میں شکست کی خبر پہنچی، اُسی وقت قسطنطنیہ کی تیاری کی نیز چلتے وقت شام کی طرف رخ کر کے کیا کہا؟

جواب: الوداع اے شام!

سوال: حضرت عمر فاروقؓ کو جنگِ یرموک کی فتح کی خوشخبری کا خط کس نے لکھا نیز مختصر سی بھجوائی گئی سفارت میں کون شامل تھے؟

جواب: حضرت ابوعُبیدہؓ بن الجرّاح، حضرت حذیفہؓ بن الیمان

سوال: یرموک کی خبر کے انتظار میں حضرت عمر فاروقؓ کی کیا حالت تھی نیز فتح کی خبر پہنچنے پر کس طرز عمل کا اظہار فرمایا؟

جواب: کئی دن سے سوئے نہیں تھے، دفعتًا سجدہ میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

سوال: یرموک کے لیے حمص سے اسلامی فوج کے عارضی طور پر جانا پڑا تھا، اِس پر اُن لوگوں سے لیا گیا جزیہ اُنہیں واپس کر دیا گیا تھا، اِس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؓ نے اسلامی لشکر کے اِس عدیم المثال نمونہ کے حوالہ سے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

جواب: اسلامی لشکر نے جو نمونہ دکھایا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے صِرف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی ایسا نظر آتا ہے بلکہ افسوس ہے کہ بعد کے زمانہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو اِس کی کوئی اور مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ کسی فاتح نے کوئی علاقہ چھوڑا ہو تو اس علاقہ کے لوگوں سے وصول کردہ ٹیکس اور جزیے اور مالیے واپس کر دیے ہوں۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کن کے متعلق ارشاد فرمایا؟ ’’اُن کو تاریخ پہ بڑا عبور تھا اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت عمرؓ سے پوچھ کے ہی واپسی ہوئی تھی اور پھر یہ جو ٹیکس وغیرہ تھا وہ واپس کیا گیا تھا۔‘‘

جواب: حضرت المصلح الموعودؓ

سوال: جنگِ یرموک کے موقع پر باوجود شدید زخمی ہونے کے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں بھی حُبِّ رسول ﷺ میں ایثار علی النّفس سے پُر یہ فرطِ جذبات کن کے تھے؟

’’میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی اُس وقت مدد کی جب مَیں آپؐ کا شدید مخالف تھا وہ اور اُن کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مَر جائے اور مَیں پانی پی کر زندہ رہوں، پہلے اُنہیں (حضرت فضلؓ بن عبّاسؓ کو) پانی پلاؤ! اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔‘‘

جواب: حضرت عکرمہؓ

عائشہ چوہدری۔ جرمنی

سورۃ النور اور الفرقان کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ النور

یہ مدنی سورت ہے اور یہ ہجرت کے پانچویں سال نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی پینسٹھ آیات ہیں۔

اس سے پہلی سورت المومنون کے شروع میں مومنوں کی علامات میں فروج کی حفاظت کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا ہے اور سورۃ النور کا مضمون بھی بنیادی طور پر اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے اور زانی مرد اور زانی عورت کی سزا کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ گندے لوگ گندے ساتھیوں ہی سے راہ رکھا کرتے ہیں اور مومن اس بات کا سختی سے خیال رکھتے ہیں کہ ان کو پاکیزہ ساتھی عطا ہوں۔ اسی ضمن میں یہ بھی تاکید فرما دی گئی کہ وہ بدبخت جو پاکدامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں وہ اس کی بہت بڑی سزا پائیں گے۔ اسی سورت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو انتہائی پاکدامن تھیں ان پر بعض بدبختوں کے الزام کا ذکر ملتا ہے اور اس کی سزا کا بھی۔

اس کے بعد پاکبازی کی زندگی اختیار کرنے والوں کو وہ نصائح کی گئی ہیں جن پر عملدرآمد سے ان کو اللہ تعالیٰ مزید پاکیزگی عطا فرمائے گا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گھروں میں داخل ہو تو اس سے پہلے سلام کرلیا کرو تاکہ اہل خانہ کو غفلت کی حالت میں اس طرح نہ پاؤ جس سے تمہارے خیالات بھٹک جائیں۔

اور اس کی دوسری پیش بندی یہ بتائی گئی کہ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی دونوں غضِ بصر سے کام لیا کریں اور نظروں کو آوارہ بھٹکنے نہ دیا کریں۔

اس تمام ذکر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے نُور کے ایک عظیم الشان مظہر کے طور پر پیش فرمایا ہے جس کی بنیادی صفات یہ ہیں کہ وہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی بلکہ وہ شرق اور غرب کو برابر اپنے نور سے منور کرے گا اور ایسے چراغ کی طرح ہے جو اور بہت سے چراغوں کو روشن کرے گا۔ اس کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے گھروں کا تذکرہ ہے کہ کس طرح ان گھروں میں بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ روشن فرما دیئے۔

اس کے بعد کفار کی مثال دو طرح سے دی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ دنیا کی لذتوں کی پیروی میں اپنی پیاس بجھانے کی جو کوشش کرتے ہیں بالآخر وہ حسرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسے بیابان میں کوئی پیاسا سراب کو پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو اِس کے سوا اُس کا کوئی انجام نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو نفس کے اس دھوکے کی سزا دے۔ اسی طرح نور کے مقابل پر ان پر اس طرح تہ بہ تہ تاریکیاں مسلط ہوتی ہیں جیسے گہرے سمندر میں جبکہ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہوں ایک غرق ہونے والا تہ بہ تہ اندھیروں ڈوب رہا ہوتا ہے اور اس قدر تاریکی ہوتی ہے کہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔

آیت نمبر 52 میں فرمایا کہ سچے مومنوں کی تعریف یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو اس دعوت پر بلا تامّل لبیک کہتے ہیں۔ یہاں قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ میں مذکور فلاح کا بھی ذکر فرما دیا گیا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

اسی سورت میں آیتِ استخلاف بھی ہے جو اس مضمون کو پیش فرماتی ہے کہ جس طرح گزشتہ انبیاء کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے خلفاء مقرر فرمائے تھے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء اللہ کے اذن سے ہی مقرر ہوں گے، خواہ بظاہر کسی انسانی انتخاب کے ذریعہ ہی ہوں اور ان کی ایک علامت یہ ہو گی کہ خطرات اور فساد کے دوران جب کہ قوم سمجھ رہی ہو گی کہ دشمن ان پر غالب آ رہا ہے ہم اُن کے خطرات کو پھر امن میں تبدیل کر دیں گے۔

مومنوں کی کامل اطاعت کا جو بار بار ذکر فرمایا گیا ہے اس اطاعت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اطاعت ہی نہیں کرتے بلکہ آپ کا بے انتہا ادب کرتے ہیں یہاں تک کہ جب کسی اجتماعی امر میں غور وفکر کے لئے اکٹھے ہوں تو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مجلس سے باہر نہیں جاتے اور جاہلوں کو آداب سکھاتے ہوئے یہ فرمایا گیا کہ جس طرح ایک دوسرے کو آوازیں دیا کرتے ہو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح آوازیں دے کر نہ بلایا کرو۔

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جو بھی دعویٰ کرو وہ مخلصانہ بھی ہو سکتا ہے اور منافقانہ بھی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کس حال پر ہو۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 593-594)

سورۃ الفرقان

یہ سورت مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی اور بسم اللہ سمیت اس کی اٹھہتر آیات ہیں۔

اس سورت کے آغاز میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرقان یعنی عظیم کسوٹی عطا فرمائی ہے جو سچے اور جھوٹے کے درمیان بہت نمایاں فرق دکھاتی ہے۔ یہ وہی کسوٹی ہے جس کا بار بار سورۃ النور میں ذکر گزر چکا ہے۔ اب اس سورت میں اس کی مزید مثالیں پیش کی جائیں گی۔

ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے اردگرد موجود لوگوں ہی میں نمایاں فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے بلکہ تمام جہانوں کے سچوں اور جھوٹوں کو پرکھنے کے لئے بھی آپؐ کو ایک عظیم فرقان، قرآن کی صورت میں عطا ہوئی ہے۔

دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کے حیرت انگیز معجزات کے جواب میں سچی رسالت کی یہ من گھڑت کسوٹی پیش کرتے تھے کہ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا تاکہ اس کے ساتھ مل کر وہ بھی ڈراتا۔ اسی طرح انہوں نے ایک یہ پیمانہ بنا رکھا تھا کہ رسول پر آسمان سے کوئی ظاہری خزانہ اُترنا چاہئے تھا۔ حالانکہ رسول پر اس کی تعلیم کا لامتناہی خزانہ اُترا کرتا ہے نہ کہ کوئی ظاہری خزانہ۔

اسی طرح ان کے نزدیک رسول کے پاس عظیم الشان باغات ہونے چاہئیں جن میں سے وہ بغیر کسی محنت کے جتنا چاہے کھاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ ہم نے جو تیرے لئے جنت کے باغات مقدر کر رکھے ہیں ان کا یہ جاہل تصور بھی نہیں کر سکتے اور ان باغات میں وہ روحانی محل بھی ہوں گے جو تیرے ہی لئے بنائے گئے ہیں۔

اسی طرح کفار کے دعویٰ کے ردّ میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اس سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں ان میں کوئی ایک بھی دکھاؤ جو انسانوں کی طرح گلیوں میں چلتے پھرتے نہ ہوں۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو یہ کلیۃً رسالت ہی کا انکار ہے کہ گویا خدا کسی کو رسول بنا ہی نہیں سکتا۔ اور جہاں تک ان کفار پر نزولِ ملائکہ کا تعلق ہے تو اُن دشمنوں پر ضرور فرشتے نازل ہوں گے مگر ان کی ہلاکت کا پیغام لے کر اور ایسے عذاب کی خبر دیتے ہوئے جس سے پھر کوئی نجات نہیں۔

ایک یہ اعتراض بھی اٹھایا گیا کہ قرآن کریم اکٹھا کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم اکٹھا نہ نازل کئے جانے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اُس زمانہ کے گردوپیش کا تقاضا یہ تھا کہ جوں جوں اُن کی بیماریاں ظاہر ہوتی چلی جائیں اُن کے مطابق قرآنِ کریم کی ایسی آیات کا نزول ہو جو اُس مضمون سے تعلق رکھتی ہوں۔ دوسرے ہر گھڑی نئے نشانوں کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو گہری استقامت عطا ہو اور ایک نہیں بلکہ لامتناہی نشانات تمام عرصہ نزولِ قرآن کے دوران آپ دیکھتے چلے جائیں۔ پھر یہ بھی کہ تیئس سالہ عرصہ میں پھیلا ہوا قرآن کریم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا ہوتا تو اس میں آیات کی ایسی ترتیل اور ترتیب نہ ہوتی۔ جو لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا ہو اس کی تیئس سال کے زمانہ پر کیسے نظر پڑ سکتی ہے۔

اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکمت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس پورے تیئس سال کے عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا رہا۔ بڑے بڑے ہولناک حالات میں صحابہؓ سے آگے بڑھ کر عین خطرات کے درمیان دشمن سے نبرد آزما رہے۔ زہر کے ذریعہ بھی آپؐ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن جب تک پوری شریعت مکمل نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ اٹھایا۔ پس قرآنِ کریم کا رفتہ رفتہ نازل ہونا ایک انتہائی عظیم الشان معجزہ ہے۔

اسی طرح عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ کی علامات بیان فرماتے ہوئے سورت کے آخر پر یہ ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح آسمان پر بارہ برج ہیں اسی طرح تیرے بعد بارہ مجدد تیرے دین کے دفاع کے لئے پیدا ہوں گے۔ اور پھر تیرے نور سے کامل روشنی پانے والا چودھویں کا چاند بھی آئے گا۔

اسی رکوع میں عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ کی صفات میں سے ان کی میانہ روی، ان کا عجز، ان کا قیام وسجود میں زندگی بسر کرنا مذکور ہے جس کے نتیجہ میں ہی ان کو تمام فضیلتیں عطا ہوتی ہیں۔ اور اس سورت کی آخری آیت یہ بتاتی ہے کہ وہ کیوں سجود و قیام میں دعائیں کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں، اس لئے کہ دعا کے بغیر اللہ تعالیٰ سے زندگی پانے کا کوئی وسیلہ نہیں اور جو اس کو جھٹلا دیں اور اللہ سے قطع تعلق کر لیں ان کو ان گنت قسم کی ہولناک بیماریاں لاحق ہو جائیں گی جو اُن کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 611-612)

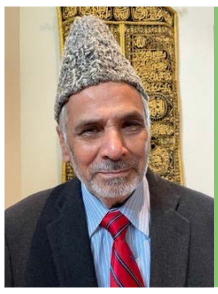

تحریر و تحقیق، ڈاکٹر محمود احمد ناگی، کولمبس اوہایو، امریکہ

تعارف صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مستری جان محمدؓ آف بھڈیار

حضرت مستری جان محمد رضی اللہ عنہ آف بھڈیار 1898ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اندازاً دس سال تھی۔ آپ کے والد کا نام حاجی گلاب دین تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آیا حضرت جان محمدؓ کے والد بھی احمدی تھے یا نہیں۔ آپ موصی تھے اور وصیت نمبر 2984 تھا۔ آپ کی وفات 29 ستمبر 1972ء کو باغبان پورہ لاہور میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین ہوئی۔

مستری جان محمد رضی اللہ عنہ خاکسار ڈاکٹر محمود احمد ناگی کے نانا تھے۔ انہوں نے اپنی پہلی بیوی کی وفات کے کچھ دیر بعد میری نانی محترمہ فاطمہ بی بی سے دوسری شادی کی جو اس وقت بیوہ ہوگئی تھیں۔ مکرم جان محمد کی اولاد میں ایک لڑکا ہے جس کا نام دین محمد ہے۔ وہ نصف صدی سے لنڈن میں مقیم ہیں۔ انہوں نے مسجد فضل اور بیت الفتوح میں جماعت احمدیہ لنڈن کی بہت خدمت کی۔ اپنا گھر جماعت کو دے دیا ہوا ہے جہاں ایک عرصہ سے باقاعدہ نماز ہوتی ہے اور حلقہ کے اجلاسات ہوتے ہیں۔ میری نانی فاطمہ بی بی کی اولاد میں ایک لڑکا مکرم عبد الحمید اور تین لڑکیاں تھیں۔ ان لڑکیوں میں ایک میری والدہ محترمہ فردوس بیگم بھی تھیں۔ یہ سارے وجود اب وفات پاچکے ہیں۔ خاکسار کے والد اور والدہ دونوں موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔

حضرت مستری جان محمد رضی اللہ عنہ نہایت شفیق اور ہمدرد انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ مشکل سے گزارہ ہوتا تھا۔ اپنے بیٹے کو مالی وسائل کی کمی کے باوجود ایم اے ایل ایل بی تک تعلیم دلوائی۔ گھر میں بجلی تک نہیں تھی۔ ماموں محترم دین محمد رات کے وقت لالٹین کی روشنی میں پڑھتے۔

مستری جان محمد رضی اللہ عنہ بڑھی کا کام کرتے تھے اور روزگار کے لئے صبح سویرے سائیکل پر گھر سے نکل جاتے تھے۔ عام طور پر مغرب کے وقت گھر لوٹ آتے تھے۔ بہت محنت اور لگن سے کام کرتے تھے۔ خاکسار نے انہیں کام کرتے ہوئے دیکھا ہوا ہے۔ نماز کے وقت سب کام چھوڑ چھاڑ کر نماز ادا کرتے۔ جوانی سے تہجد کے پابند تھے۔ ہمارے گھر رہنے کے لئے آتے تو تہجد کے وقت اُونچی آواز سے دعائیں مانگتے۔ ان کی آہ وزاری سے گھر والے جاگ جاتے۔ دعا مانگتے وقت اُن پر رقّت

حضرت مستری جان محمدؓ

طاری ہو جاتی اور یوں محسوس ہوتا کہ ہنڈیا چولھے پر اُبل رہی ہے۔ وہ دعا اتنی عاجزی سے کرتے کہ آسمان کے کنگرے ہل جاتے اور خدا تعالیٰ سے دعا قبول کروا کر ہی دم لیتے۔ ہمارے خاندان کے احباب ان کو دعا کے لئے کہتے تھے اور وہ ان کے لئے دعائیں کرتے بھی تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نوجوان رشتہ دار نے ان کو دعا کا کہا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ اس نے کہا ’’نہیں۔‘‘ وہ سختی سے بولے چلے جاؤ میں تمہارے لئے دعا نہیں کرسکتا۔ جو خود اپنے لئے دعا نہیں کرتا، اس کی مرادیں خدا تعالیٰ کے حضور پوری نہیں ہوتیں۔ پہلے اپنے آپ کو نمازی بناؤ پھر دعا کروں گا۔ میں یہ دعا تو کروں گا کہ خدا تعالیٰ تمہیں نمازی بنا دے۔ اگر میرے سے دعا کروانی ہے تو میری شرط ہے کہ نمازیں پڑھا کرو۔ خدا تمہاری مرادیں ضرور پوری کرے گا۔

مستری جان محمد رضی اللہ عنہ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب انہوں نے بیعت کی تو وہ دوسرے احمدیوں کے ساتھ ملحقہ کئی گاؤں میں تبلیغ کے لئے جاتے۔ عام طور پر لوگ انہیں گالیاں دیتے اور ڈنڈوں سے پٹائی کرتے جس سے سر اور جسم پر زخم ہو جاتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ گاؤں والوں نے ان کی پٹائی نہ کی۔ واپس آکر کہا کہ آج تو تبلیغ کا مزا نہیں آیا۔ گاؤں والوں نے نہ تو گالیاں دیں اور نہ

مستری جان محمدؓ اپنے صاحبزادے دین محمد اور پوتے کے ساتھ جون 1971ء میں

ہی ڈنڈے برسائے۔

حضرت مستری جان محمد رضی اللہ عنہ کے سوداگرمل) مورّخ ’’لاہور تاریخ احمدیت‘‘ لکھتے ہیں:

محترم مستری جان محمد رضی اللہ عنہ ابن حاجی گلاب دین بھی موضع بھڈیار ضلع امرتسر کے باشندہ ہیں۔ آپ کی بیعت کا صحیح سن معلوم نہیں ہوسکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیعت 1897ء کے بعد کی ہے۔ آپ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ باغبانپورہ لاہور میں اپنے اکلوتے فرزند دین محمد صاحب ایم اے ایل ایل بی کے ہاں قیام پزیر ہیں۔ اور آپ کی عمر 84۔85 سال ہے۔

آپؓ کو بھی متعدد بار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قادیان جانے اور حضور کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ نیز اٹاری اسٹیشن پر بھی جماعت بھڈیار کے ساتھ حضور سے شرفِ مصافحہ اور ملاقات نصیب ہوئی۔

محترم مستری جان محمد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ بھڈیار ضلع امرتسر سے اندازاً 1921ء میں امرتسر چلے گئے تھے۔ 1944ء میں مغلپورہ گنج میں آکر آباد ہوگئے۔

(لاہور تاریخ احمدیت، مؤلف شیخ عبد القادر (سابق سوداگرمل)، کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، صفحہ 278)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

انسانوں میں سے بھی مختلف لوگوں کی تعریف ہوتی ہے۔ لیکن فرمایا کہ جو تعریف کا مستحق ہے اور تعریف کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے؟ پس ایک بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی اس لئے ہیں کہ وہی سب سے زیادہ تعریف کا حقدار ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسے انعام دینے والے کی تعریف جس نے اپنے ارادے سے انعام دیا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کے انعام جب نازل ہوتے ہیں تو انعام حاصل کرنے والے کے اپنے عمل سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ رحمانیت کا جلوہ دکھاتے ہوئے بغیر کسی عمل کے بھی نواز دیتا ہے یا اُس عمل سے ہزاروں گنا زیادہ بڑھا کر نوازتا ہے جتنا کہ عمل کیا گیا ہو یا پھر رحیمیت کے جلوے کے تحت اگر انعام دیتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بندے کو توفیق دیتا ہے کہ وہ کوئی کام کرے یا دعا کرے اور اُس کے نتیجے میں نیک نتائج ظاہر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ بندے کو نوازے۔

اور پھر تیسری چیز یہ فرمائی کہ اپنی مشیت کے مطابق احسان کیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنی مشیت کے مطابق کوئی احسان کرتا ہے یا کوئی بھی کام کرتا ہے، اپنے بندوں پر احسان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے بندوں پر احسان کرے۔ اس لئے اُس نے اپنی رحمت کو وسیع ترکیا ہوا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے وعدے اُس کی مشیت کے ساتھ شامل ہو جائیں تو پھر انعاموں اور فضلوں اور احسانوں کی ایسی بارش ہوتی ہے جس کا انسان احاطہ بھی نہیں کرسکتا۔ اور یہ صورتحال اس دَور میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ نظر آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور فیصلہ آپ کے غلبہ کا اعلان کرتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 20/ جولائی 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 22

گزشتہ چند اسباق سے حروفِ ربط پر بحث جاری ہے۔ آج بھی اسی سلسلے میں بات ہوگی۔سب سے پہلے حرفِ ربط کی تعریف ذیل میں دی گئی ہے۔

Preposition حرفِ ربط

جیسا کے نام سے ظاہر ہے یہ حروف دو یا دو سے زیادہ اشیاء میں پائے جانے والے تعلق کو بیان کرتے ہیں۔ یہ تعلق وقت اور جگہ کے لحاظ سے بھی ہوسکتا ہے اور کیفیت و حالت کے لحاظ سے بھی۔مشکل الفاظ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان شاء اللہ آسان ترین الفاظ میں وضاحت کرنے کی کوشش کریں گے۔ گزشتہ سبق میں ہم نے آگے اور طرف کے بارے میں پڑھا تھا آج ہم اس سے آگے کے حروفِ ربط کو جاننے کی کوشش کریں گے۔ تاہم آج کے سبق میں تحقیق کے بعد حروفِ ربط کی ایک نئی فہرست پیش کی جارہی ہے اور کوشش ہوگی کے ان تمام حروف کو مثالوں سے واضح کیا جاسکے۔

فہرست حروفِ ربط

بِنا، پر، تک، تئیں، سمیت، سے، کر، کو، کے، لیئے، میں، باہر، بغیر، پار، پاس، پیچھے، تلے، موافق، آگے، اوپر، بھروسے، بیچ، پرے، ساتھ، سامنے، سرے، سنگ، مارے، نیچے، ہاں، اندر، برابر، جز، روبرو، سپرد، گرد، نزدیک، باوجود، باوصف، بجائے، بجز، برخلاف، برعکس، درپے، درپیش، درمیان، باعث، بدلے، بعد، حوالے، خلاف، ذریعے، ذمے، سوا، سوائے، علاوہ، عوض، قبل، قریب، لائق، متعلق، مشابہ، مطابق، بدون، بغیر، مابین، ماتحت، بابت، بدولت، جانب، خاطر، معرفت، نسبت۔

نیچے وہ حروف دیے جارہے ہیں جن کا ذکر ہوچکا ہے

کو، سے، میں، کے، تک، پر، آگے، طرف، نزدیک، پاس، بنا، بغیر، لیے، پار، پیچھے، موافق، بھروسے، بیچ، پرے

آج کے سبق کے لیے جو حروف منتخب کیے گئے ہیں وہ ہیں سمیت، سنگ، سپرد اور روبرو

تو آج کا سبق ہم حرفِ ربط 'سمیت' سے شروع کرتے ہیں۔

سمیت: Including/ counting/ with/ along with

اس کے معنی ہیں بشمول، ہمراہ اور ساتھ

آسان الفاظ میں اگر ہم اس کو واضح کریں تو یہ لفظ یعنی ''سمیت'' یہ مطلب دیتا ہے کہ ایک چیز دوسری کے ساتھ ہے۔ جیسے کہیں کہ وہ جوتوں سمیت قالین پر چڑھ گیا۔ تو اس کا مطلب ہوگا کہ جوتے اتارے بنا۔ جوتے پہنے ہوئے۔ اسی طرح اگر کہیں کہ تم سمیت سب بچے شرارتی ہیں۔ تو اس کا مطلب ہوگا کہ تم بھی شرارتی ہو۔ اسے ایسے بھی کہا جاسکتا ہے کہ بشمول تمھارے سب بچے شرارتی ہیں۔ یعنی بشمول سمیت کا مترادف لفظ ہے جسے انگریزی میں Synonym کہا جاتا ہے۔

مزید امثال دیکھتے ہیں:

اب تو انسان اپنی کار سمیت بحری جہاز اور ٹرین میں سوار ہوسکتا ہے۔

یعنی کار میں بیٹھے بیٹھے۔

سوشل میڈیا کا بے جا استعمال مغربی ممالک سمیت تمام دنیا کے لیے لمحہء فکریہ ہے۔

یعنی سب ممالک اس مسئلے کا شکار ہیں۔

بعض لوگ مرغی کو کھال سمیت پکاتے ہیں۔

یعنی کھال اتارے بغیر۔

میری جماعت میں مجھ سمیت سب بچے احمدی ہیں۔

یعنی میں بھی اُن میں شامل ہوں۔

سنگ: Company/accompany/ with/ stone

ساتھ ساتھ، صحبت میں، ہمراہ، پتھر، سخت دل وغیرہ

یہ لفظ ادبی تحریرات یا شاعری میں استعمال ہوتا ہے۔ عام بول چال میں اس کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ شاعری میں بھی اس کا استعمال گیتوں میں کثرت سے کیا گیا ہے۔

اگر تحریرات میں اس کا استعمال دیکھیں تو اس لفظ کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

مجھے بھی اپنے سنگ لے چلو۔

یعنی مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

میرے سنگ سنگ آیا تیری یادوں کا میلہ

یعنی تمھاری یادیں میرے ساتھ ہیں

ایک مثالی شریکِ حیات وہ ہے۔۔۔جس کے سنگ زندگی کا سفر حسین اور خوشگوار گُزرے

یہاں بھی سنگ کا معنی ساتھ اور ہمراہی ہے۔

سنگِ راہ

یعنی ایسے پتھر جو راستے میں پڑے رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ شاعری میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے بے گھر، لاوارث، بے قیمت، راہ گم کردہ، جس کی کوئی منزل نہ ہو۔

سنگِ میل

وہ پتھر جو ہر ایک میل کے بعد نصب ہوتا ہے۔ یعنی پرانے انداز کا سائن بورڈ جو پتھر کا ہوتا تھا۔ اس کا ادبی زبان میں مطلب ہے کسی اہم مقصد کا حصول۔ یعنی جب کوئی اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ سنگِ میل عبور کرلیا۔ کسی گروہ، جماعت یا فرد کی زندگی یا ماضی کا اہم واقعہ بھی سنگِ میل کہلاتا ہے۔ جیسے کہیں کہ ایم ٹی اے کا اجراء جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک اہم سنگِ میل تھا۔

سنگ ہولینا

مداری کو دیکھ کر بچے بھی اس کے سنگ ہولیے۔

یعنی تماشہ دکھانے والے کو دیکھ کر بچے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

کوئی سنگ نہ ساتھی

یعنی تنہا انسان جس کا معاشرے میں کوئی تعلق نہ ہو۔ بے یار و مددگار انسان۔

سنگت

سنگ کا معنی ہے ساتھ اس لیے سنگت کا مطلب بنتا ہے صحبت۔ اس کا مطلب ساتھ دینا بھی ہے جیسے جب دو گانے والے مل کر کوئی نظم گاتے ہیں تو کہا جائے گا کہ انھوں نے سنگت میں یہ نظم گائی ہے۔

سپرد: Custody/ hand over/guardianship/ confinement/ imprisonment

حوالے کرنا، اپنے اختیارات رضاکارانہ طور پہ کسی دوسرے کو دے دینا۔

مثالیں

میں نے تمام ضروری کاغذات وکیل کے سپرد کر دیے ہیں۔

یعنی قانونی طور پہ کاغذات وکیل کو دے دینا۔

بیعت کا مطلب خود کو امام کے سپرد کر دینا ہے۔

یعنی تمام اختیارات امامِ وقت کے حوالے کر دینا۔

اس یتیم بچے کو میرے سپرد کر دو

یعنی اس یتیم بچے کو میری نگرانی میں دے دو۔

گھر سے نکلتے ہوئے ماں نے دعا دی 'اچھا بیٹا اللہ کے سپرد'

یعنی اللہ کی حفاظت میں۔ گھر سے باہر، سفر میں اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔

روبرو: Face to face/ in person/one on one/ Vis-a-vis

آسان اردو میں اس کے معنی ہیں آمنے سامنے ہونا، کسی کو خود جاکر ملنا۔

انھیں معنوں میں بالمشافہ، دوبدو بھی استعمال ہوتے ہیں۔

امثال

روبرو عام طور پہ شاعری میں استعمال ہوتا ہے۔ تاہم انھیں معنوں کے لیے عام بول چال یا تحریر میں آمنے سامنے، سامنے آنا، ملاقات ہونا، ٹکراؤ ہونا وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔

؎ اب تک نہ کھل سکا کہ مرے روبرو ہے کون
کس سے مکالمہ ہے پس گفتگو ہے کون

امجد اسلام امجد

یعنی میرے سامنے کون ہے

؎ یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے

آتش

یعنی سامنے پیش کرتے،

روبرو گفتگو میں جو مزہ ہے وہ ٹیلیفون اور انٹر نیٹ کے ذریعے بات کرنے میں کہاں۔

کسی کے پیچھے بات کرنے کا کیا فائدہ اگر آپ کو اعتراض ہے تو اس کے روبرو کہیے۔

جب ایک احمدی حضور انور کے روبرو ہوتا ہے تو بے شمار برکتیں سمیٹتا ہے۔

عورت کے حقوق کو جس طرح اسلام نے دنیا کے روبرو پیش کیا کسی اور مذہب نے نہیں کیا۔

برسوں سے پردیس میں مقیم بیٹا ماں باپ کے روبرو آن کھڑا ہوا۔

بالمشافہ ملاقات میں حضور انور کے روبرو انسان خوشی کے باعث اکثر سوال بھول جاتا ہے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب کا خط دربارہ کسی ابتلاء کے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پہنچا، جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

میں اس ابتلاء میں ان کے بہت دعا کرتا ہوں۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ درحقیقت ابتلا بڑی رحمت کا موجب ہوتے ہیں کہ ایک طرف عبودیت مضطر ہوکر چاروں طرف سے کٹ کر اُسی اکیلے سبب ساز کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور اُدھر سے الوہیت اپنے فضلوں کے لشکر لے کر اس کی تسلی کے لیے قدم بڑھاتی ہے۔ ہمیشہ یہ سنت انبیاء علیہم السلام اور سنت اللہ دیکھتا ہوں کہ جس قدر اس گرامی جماعت کی رأفت و رحمت ابتلا کے وقت اپنے خدام کی نسبت جوش مارتی ہے۔ آرام و عافیت کے وقت وہ حالت نہیں ہوتی۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 4 ایڈیشن 2016)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

دَربَارہ: کسی کے متعلق، بارے میں، سلسلے میں۔

ابتلاء: امتحان، آزمائش، مشکل

دَرحقیقت: اصل میں، یعنی بات یہ ہے کہ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ۔

بڑی رحمت: عام معمول سے ہٹ کر خاص رحمت

موجب: باعث، وجہ ہونا، یعنی اس کی وجہ سے یہ ہوتا ہے۔

عبودیت: عبد کہتے ہیں آدمی کو انسان کو اس طرح وہ کام یا عمل جو انسان خدا تعالی کے لیے کرے یا خدا تعالی کی طرف سے کسی حکم یا تقدیر کے ردعمل میں کرے، اسے عبودیت کہتے ہیں۔

مضطر: بے چین، بے قرار، کرب میں، اسی سے مضطرب ہے اور اضطراب ہے

In English it is called anxiety, anxious, agony etc

چاروں طرف سے کٹ کر: یہ ایک محاورہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کوئی مدد نہ ملنا۔ بے یارو مددگار ہوجانا۔ وغیرہ

سبب ساز: یعنی خدا تعالی۔ جو مدد کے مشکلیں حل کرنے کے تمام سامان رکھتا ہے، اور پیدا کرتا ہے۔

الوہیت: خدا تعالی اور اس کی صفات۔

لشکر: فوج، فرشتے وغیرہ

سنت: طور طریق۔

گرامی: معزز، محترم، عزیز، پیارا

رأفت: محبت

خدام: جماعت کے خدمت گار، رکن، ممبر

ایڈیٹر کے نام خطوط

- **مکرم ماہد ناصر۔ متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا لکھتے ہیں:**

روزنامہ الفضل آن لائن لندن میں قسط وار شائع ہونے والے اسلامی اصطلاحات اور ان کا درست استعمال سے متعلق مضامین بہت معلوماتی ہیں۔قرآن و سنت کے حوالوں کے ساتھ ساتھ ،سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی اصطلاحات کا صحیح اور برمحل استعمال پہلی دفعہ اتنی تفصیل سے روزنامہ الفضل آن لائن میں پڑھا ہے۔اللھم بارك وزد۔

خاکسار جب بھی الفضل یا دوسرے جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کرتا ہے تو ہر مضمون کے پڑھنے کے بعد مضمون نگار کو جزاک اللہ خیرا کی دعا دیتا ہے۔آپ نے 23 /اکتوبر کے اداریے میں ’’اسلامی اصطلاح جَزَاكَ اللّٰہُ خَيراً کا استعمال‘‘ پر روشنی ڈالی ہے جس سے میں نے بہت حظ اٹھایا۔ خاکسار دعا تو اپنے پیارے آقا کے لئے پہلے ہی سے کرتا ہے مگر اب حضور انور کے ہر خطبہ جمعہ، خطابات اور ایم ٹی اے پر پیارے آقا کے ہر پروگرام کے بعد ’’جزاك اللہ يا سيدی!‘‘ کو اپنا دستور بنالے گا۔ان شاءاللہ

- **مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں:**

الحمد للہ! روزنامہ الفضل آن لائن میں دنیا بھر میں ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ کے بارے میں دلچسپ اور معلومات سے بھرپور مضامین شائع ہونے کے بعد اب اسلامی اصطلاحات کے بارے میں روزنامہ الفضل آن لائن میں قسط وار شائع ہونے والے غذائیت سے بھرپور مضامین اور جاندار اداریے ازدیادِ علم کا باعث بن رہے ہیں۔ایک لکھاری کا مضمون ’’ایک احمدی کو عید میلاد النبی ﷺ کیسے منانی چاہیے‘‘ بہت پسند آیا۔ ہر مضمون نگار کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ جزاك اللہ خيرا

اعلان دعا

- **مکرمہ سعیدہ خانم۔ سسکاٹون کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں:**

خاکسار کے بھتیجے مکرم مقصود احمد کا سسکاٹون میں ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ انکے لئے دعا کے غرض سے الفضل آن لائن میں ایک اعلان شائع ہو چکا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے فضل نازل فرمایا اور کافی افاقہ ہے تاہم ابھی تک وہ مکمل طور پر صحتیاب نہیں ہوئے۔ علاج جاری ہے۔ قارئین الفضل کی خدمت میں یاد دہانی کی غرض سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان کو شفاء کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ہر طرح کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اعلانِ نکاح و تقریبِ رخصتی

مکرم طاہر محمود کلہ زعیم انصار اللہ آلشٹیٹن و سانکٹ گالن Abtwil SG سوئٹزرلینڈ سے تحریر کرتے ہیں کہ

خاکسار کی دختر عزیزہ امتل الرّفیق (واقفہ نو) کا نکاح ہمراہ عزیزم خرم عظیم ہاشمی ابن مکرم زبیر احمد ہاشمی آف جرمنی سے بروز اتوار مؤرخہ 18 جولائی 2021ء کو بعد از نمازِ مغرب مسجد خلیل میں پڑھا گیا۔

مؤرخہ 25/ستمبر 2021ء بروز ہفتہ شادی کی تقریب سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں ایک وسیع و عریض VILLA WEKENHOF میں انجام پائی۔

تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کے بعد نیشنل امیر جماعتِ احمدیہ سوئٹزرلینڈ محترم ولید طارق تارنتسر صاحب نے ازدواجی زندگی کے ضمن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں حاضرین و نوبیاہتا جوڑے کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ جس کے بعد باراتیوں سمیت سب مہمانوں کو ڈنر پیش کیا گیا۔ بعد ازاں ازراہِ شفقت محترم نیشنل امیر صاحب نے رخصتی کی دُعا کروائی۔ جس کے ساتھ ہی یہ تقریبِ رُخصتانہ بفضلہٖ تعالیٰ بخیر و خوبی احسن طریق پر انجام پائی۔

احبابِ جماعت سے درخواستِ دُعا ہے کہ یہ رشتہ ہر دو خاندان کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہو۔ نوبیاہتا جوڑے کو ازدواجی زندگی میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ شاد و آباد رکھے، دین و دنیا کی نعمتوں، صالح اور خادم دین نسل سے نوازے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کتب حدیث کا حوالہ یوں دیا کریں

بعض دوست اپنے مضامین میں حدیث کا حوالہ دیتے وقت جلد اور صفحہ نمبر لکھتے ہیں یا حدیث نمبر جیسے بخاری جلد 2 صفحہ 249 حدیث نمبر (فلاں)۔ یہ درست نہیں ہے۔ دنیا میں بخاری کے انگنت نسخے زیر گردش ہیں اور مختلف ممالک اور تنظیموں کے شائع کردہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے حساب سے بخاری کی تقسیم کر رکھی ہے۔

اگر حوالہ یوں دیا جائے کہ بخاری کتاب۔۔۔۔۔۔باب۔۔۔۔۔کے ساتھ حوالہ دیں تو یہ تمام دنیا کے طبع شدہ نسخوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ براہ کرم مضمون نگار اس بات کو نوٹ فرمالیں۔ جزاکم اللہ خیرا

(ایڈیٹر)

اعلانِ وفات

مکرم ابو اثمار اٹھوال مربی سلسلہ یہ افسوس ناک اطلاع بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کے چچا مکرم رشید احمد اٹھوال ولد چوہدری فضل احمد اٹھوال صاحب 19 اکتوبر 2021ء بروز منگل شام 4:30 پر 58 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ عرصے سے پھیپھڑوں کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اور وفات سے ایک ہفتہ قبل طبعیت زیادہ خراب ہونے پر ہسپتال میں داخل تھے جہاں ان کا علاج جاری تھا لیکن 19 اکتوبر 2021ء بروز منگل شام 4:30 پر 12 ربیع الاوّل کے روز اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا چوہدری اللہ داد اٹھوال صاحب کے ذریعہ سے آئی جب خلافت اولیٰ کے آخر میں 1913ء میں اٹھوال گاؤں پورے کا پورا آغوش احمدیت میں آ گیا۔ آپ کے والد چوہدری فضل احمد اٹھوال صاحب کو فرقان فورس میں شامل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ نیز آپ کے تایا مکرم نیامت احمد اٹھوال نے تقسیم پاکستان کے وقت خدام الاحمدیہ کے ساتھ مل کر ڈیوٹی دیتے ہوئے شہادت کا مقام پایا۔

آپ کو بطور سیکرٹری تحریک جدید، قائد مجلس اور صدر جماعت احمدیہ خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کی پہلی شادی مکرمہ ثروت صاحبہ سے ہوئی۔ یہ رفاقت تقریباً 23 سال رہی۔ اور 2018 میں ان کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد 2020ء میں ان کی دوسری شادی مکرمہ منوّرہ پروین بنت ظفر احمد صاحب مرحوم کے ساتھ طے ہوئی۔ لیکن آپ کی دونوں بیویوں میں سے کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔

* آپ کے بڑے بھائی مکرم منیر احمد انجم صدر جماعت احمدیہ برسل ایسٹ، بیلجئیم بیان کرتے ہیں کہ۔

میرا بھائی بہت صابر و شاکر، دھیمے مزاج کا مالک، سفید پوش، اور خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ تھا، کبھی اپنی تنگدستی کو کسی دوسرے کے سامنے بیان نہیں کیا۔

* آپ کے بڑے بھتیجے مکرم اعجاز احمد صدر جماعت احمدیہ Bad Kreuznach جرمنی بیان کرتے ہیں کہ

آپ دھیمے مزاج کے مالک تھے۔ آپ کو مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کو بطور قائد مجلس خدام الاحمدیہ خدمت کی بھی توفیق ملی۔ آپکے دورِ قیادت میں ہی جماعت احمدیہ کا الگ قبرستان بھی منظور ہوا۔ جس کے لیے خدام کے ساتھ مل کر انہوں نے اس جگہ کی صفائی اور پھر اس میں پودے لگا کر باؤنڈری بنوائی۔

* آپکے بھتیجے مکرم شیراز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

مرحوم کو بطور سیکورٹی گارڈ خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ اور اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ شکر ہے کسی رنگ میں ہی سہی جماعتی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ اور اکثر یہ ذکر کرتے تھے کہ جماعتی خدمت کے ذریعے خدا تعالیٰ کے بہت فضل ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس الاؤنس میں بہت برکت ڈالتا ہے۔ مرحوم نے بیماری کی شدت اور تکلیف کو بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔

آپ کی فیملی میں ان کی اہلیہ منورہ پروین کے علاوہ آپ نے اپنے پیچھے 3 بھائی نصیر احمد، منیر احمد، سعید اقبال اور 2 بہنیں۔ نصیراں بی بی اور عذرا ناہید سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اعلان ولادت

- مکرم عبدالنور۔ مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ یہ اعلان کرواتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مؤرخہ 25 اکتوبر 2021ء بروز سوموار خاکسار کو دوسری بیٹی کی صورت میں اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت نومولودہ کا نام تاشفہ نور رکھا ہے۔ نیز وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شمولیت کی منظوری عنایت فرمائی ہے۔ نومولود مکرم عبدالشکور کی پوتی جبکہ مکرم شاہد احمد مرحوم کی نواسی ہے۔ قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے دین و دنیا کے اعلیٰ حسنات عطا کرے۔ نیک، صالحہ و خلافت کی خادمہ بنائے نیز والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

استغفار

اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گزرے ہوئے گناہوں اور غلطیوں پر شرمسار ہو کر معافی طلب کرنا اور آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کی دعا سے مدد مانگنا "استغفار" کہلاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے استغفار کو لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر غم اور تکلیف سے نجات دے گا اور ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دے گا۔ اسے ایسی جگہ سے رزق عطاء فرمائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

04نومبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:07	17:43
مدینہ منورہ		05:11	17:40
قادیان		05:24	17:36
ربوہ		05:04	17:16
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:32	16:31